

وَاذَانَ مِنَ اللَّهِ وَسُؤْلِهِ

تاریخ الاذان

حصہ اوّل

رحمۃ اللہ علیہ المنان کہ اس زمانہ سمیت تقریباً سب حصہ اول تاریخ الاذان
 حضرت جناب سلطان ظہیر الملک والدین مولانا السید حسین دامت برکاتہ
 ابن العالم المؤمن مولانا السید حسین طاباہ و جعل بحمدہ شواہ
 کہ پہلے رسالہ اصلاح جلد ثالث و جلد رابع کے
 ساتھ شایع ہوا تھا
 دوبارہ طبع ہوا ہے

حصہ دوم بھی زیر طبع ہے عنقریب شایع ہوگا

جلہ حقوق بحق مصنف علامہ دام ظلہ محفوظ ہیں قیمت ۸/-

مرتبہ اللہ اکبر اور دومرتبہ اَھْدَانِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دومرتبہ اَشْھَدُ اَنْ
مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰهُ سے تو محض کربلا کی سیکو گنجائش ہی نہیں تھی مگر اس جملہ کے بعد اَشْھَدُ
اَنْ اَمِيْرًا لِّمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامًا لِّلْمُتَّقِيْنَ عَلَيَّا وَاِلٰی اللّٰهِ وَوَصِيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ
وَحَلِيْفَتُهُ بِلَا فَضْلِ ہِی وہ عقیدہ ہے جس کے محمد اثناعشر ہکود و فریق بنایا۔

جو لوگ اس عقیدہ کے قابل نہیں ہیں وہ اہل سنت کہلاتے ہیں انکی اذان بھی اس جملہ سے
خالی رہتی ہے۔ اور برخلاف اسکے شیعوں کی اذان میں یہ جملہ کچھ اس جوش و خروش سے
ادا ہوتا ہے کہ ہر سننے والا یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اس فرقہ کو اس نام مبارک سے کچھ ایسی شے مل گئی ہے
کہ گویا اس نام کے سننے ہی اون کے ہر رگ و پے میں خون کو جوش ہوتا ہے اور ایسا جوش کہ پھر
دینا و افیہا کی اوگو خبر نہیں رہتی ہے۔

ان جملوں کے بعد حجتی عَلَیْكَ الصَّلٰوۃ و دومرتبہ اور حجتی عَلَیْكَ الْفَلَاحِ اوسی اتفاق سے
ادا ہوتا ہے جسکی ہر جز خواہ اسلام کو متنازع رہی ہو مگر اسکے بعد شیعوں کی اذان میں پانچوں وقت
حجتی عَلَیْكَ خَيْرُ الْعَمَلِ کی دو مرتبہ پکار ہوتی ہے۔ اور اہل سنت کے یہاں یہ جملہ کیسے وقت و محل
اذان نہیں جانتے جس ایک گونہ اذان کا وزن ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ مگر صبح کی وقت الصَّلٰوۃ خَيْرُ
مِنْ النُّوْمِ سے یہ کمی پوری کر دی جاتی ہے۔ پھر اللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ادو امین البتہ صورت اتفاق نظر آتی ہے مگر بعض دفعہ اس میں بھی کچھ کمی ہو جاتی ہے
یہی اذان جو عام مسلمانوں میں جاری ہے اور ہر نماز کے پچھلے اس کی پکار ہوتی ہے جس سے ہر شخص یہی
سمجھتا ہے کہ یہ بھی ایک جزو عبادت ہے جس میں اختلاف ہوئی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی یہی سبب ہے
کہ ہزار ہا مختلف حدیثوں میں اسکی فضیلتیں بتائی گئی ہیں اور یہی دشمنان اسکے مضامین دکھانے کے لیے گرتا نظر
آئے تاریخ جانتے ہیں کہ گذشتہ اسلاف نے اس جملہ کو بھی ملکی اور پوپٹیکل مقاصد میں داخل کر دیا تھا
جس سے وقتاً فوقتاً انواع و اقسام کے تغیرات و تبدلات آئیں ہو گئے اور بہت سی خونریزیاں اس سے
پیدا ہوئیں جسکی تفصیلی اطلاع موجودہ اہل اسلام کو بہت کچھ دشمنی ہو سکتی ہے اور حال کے احکامات
کو مٹا سکتے ہیں بشرطیکہ اسکی کوشش کریں۔

تحقیق نقضی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
 شہداء الطاہرین ایا بعدہ یتابع الاذان ہے مکے دو حصے کئے گئے ہیں پہلے
 حصہ میں اندازے اذان کا بیان ہے اور اذان تغیرات کا جو خلفائے زمانہ کی بدولت آئین واقع ہوئے
 درحقیقت اذان ایک رحمت خدا ہے جو عین دو بھر کے وقت شدت تمازت اقرباب
 میں یا خدا کیلئے چوکلے کی تہم اور شام کو دن بھر کے تھکے ماند ونگو یا زندہ کی ترغیب دلاتی ہے کہ دن
 تو تمہارا تمام ہوا اب بھی نوحہ کی یاد کرو۔ صبح کے وقت بستر راحت کے سونے والو کو بھی.....
 آواز بیدار کرتی ہے اللہ اکبر اللہ اکبر

مسکام شارح مقدس نے اذان رکھا ہے۔
 یہ آوازیں ہمارے بغل کی اذان دونوں مسجدوں سے بلند ہوتی ہیں جنہیں اہل اسلام نے اپنی
 قومی تفریق کے ثبوت کے لئے تعینہ کیا ہے اور اس ذریعہ سے وہ یہ دکھایا جاتے ہیں کہ ہم دو بیتان
 علیحدہ ہیں اسلئے ایک مسجد کا منبر دوسری مسجد سے یکسر نکالا جاتا ہے ”سگ رابا مسجد“ کا
 اور اب یہ تینہ بصورت تثلیث دکھائی دیتا ہے۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ شیعہ
 یہی وجہ ہے کہ دونوں فرقوں کی آوازیں بھی مختلف انداز سے نکلتی ہیں جس سے جنہی شخص بھی
 سمجھ جائے کہ یہ دو فرقوں کی آوازیں ہیں۔ مگر نہیں اسی اختلاف پر قناعت نہیں کی گئی ہے بلکہ بعض
 جگہ گھساؤ بڑھاؤ نے ایسا فرق بین دکھایا ہے کہ کچھ کسیدہ سے اشتباہ نہیں رہتا کیونکہ چار

لو جب خدا کا حکم نازل ہوا تو حضرت ابراہیم کو مقتضائے بشریت پر تردد و ہموار جاری آواز سنیں
لیونکر پوچھیں کہ جس پر خداوند عالم نے اونکی تشکیل فرمائی اذن و علی البلاغ یعنی ہم کا وہ سبکدوش
میرے ذمہ ہے

دوسری اذان قرآن میں ذیل ذکر انبیا علیہم السلام حضرت یونس کے قصہ میں مذکور ہے
اذن سوذن ایہما العید انکم لسا رتقون یعنی آواز دی جا رہی ہے کہ اے کافرو اے
تلوک جو رہو یہ نرا اوس وقت دی گئی ہے جب برادران حضرت یونس رخصت ہو کر صرے کنگان کو
جانے لگے ہیں تو یہ آواز دی گئی ہے کہ کہین اور تلاشی اونکی بیجا و جسکی ایک خاص غرض تھی

قرآن کی ایک اور اذان

اب قبل سکتم اسلام کی اذان کو اور اسکی ابتدائی حالت اور اسکے تغیرات کو بیان کریں ایک اور اذان
کا تذکرہ ضرور ہے جو اذان اصطلاحی و خارج ہے مگر قرآن پاک نے اوسکو بلفظ اذان یا دیا ہے۔

یہ اذان سورہ برات کی تیسری آیہ میں مذکور ہے واذن من اللہ ورسولہما الناس یوم
الحج الا کبریات اللہ برئ من المشرکین ورسولہ فان تبغ فهو خیر لکم وان
تولیم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ ولست بالذین کفر وابعذاب الیم یعنی پکار ہے
خدا ورسول کی طرف سے آدمی کو جو بدعت اکبر کہ خدا ورسول بری و مشرکوں سے پس اگر توبہ کرو تو لوگ تو
بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر روگردانی کرو تو جان رکھو کہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے اور بشارت و و
کافروں کو بعد اذاب الیم۔

یہ سورہ اگرچہ سورہ برات کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا نام سورہ توبہ ہے جو حدیث کی کتابوں میں اسکی
فائضہ ہے جسے اون منافقوں کو اچھی طرح توضیح کیا تھا جو حضرت کے زمانہ میں مرتکب کفاریت رہے کیونکہ
نام بنام اون منافقوں کو یاد کیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ نام بعد کو نکال دئے گئے یا اور خود غلط گئے۔

شان نزول اسکی یہ کہ جناب رسول خدا نے کفار و مشرکین سے جو کچھ عہد و پیمان کیا تھا۔ اکثر کفار
اور مبین خیانت کرتے۔ اور مرتکب بدبندی ہوتے۔ لہذا یہ حکم نازل ہوا کہ اون کو خبردار کرو جو جاسے متباہے
وہ پیمان میں جو عہد تھے اوسکی ذمہ داری سے اب دست بردار ہوتے ہیں اور چار حدیث کی مصلحت
دیتے ہیں۔ مگر جو کفار پابند عہد و پیمان رہے ہیں وہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور عہد و پیمان

اذان منیع خبرہ باتوشل امان پر معنی ایمان یا مصدر ہے باب تفعل کلہ روزن ہام و کلہام کے
 معنی اعلام یا اجازت کے ہیں یعنی لوگوں کو خبر دینا اور مطلع کرنا۔ یا اجازت دینا اگر اذان معنی اعلام یا اجازت
 تو اس کا مجرد اذن ہوگا معنی علم جیسا کہ قرآن شریف میں بھی آیا ہے اذ نسکھ علی السوا عجب کے معنی
 اعلستکمر کے ہے خبر دار کیا تم کو اور ہم تم علم میں بلا رہے ہو اور یہی معنی آیہ فان لم تفعلوا فاذنوا بحر
 من اللہ ورسولہ میں بھی بعض مفسرون نے بیان کیا ہے کہ فاذنوا کے معنی فاعلموا کے ہے
 کہ سو دشوار و دشواری خبر دار کرو و حرب خدا و رسول سے۔ اذن گوش یعنی کان کو بھی کہتے ہیں اور ستے
 کو بھی اذن باتو کی جگہ سنا یا اتباع کرنا مناسب ہے جیسا کہ قرآن میں ہے واذن لربھا وحفت
 یعنی استمعنت و اطاعت و انقاد اور باب تفعل میں ایہا نے سے معنی ندا پیدا ہو ہیں
 جیسا کہ قرآن مجید میں واذن وذن ای نادى منادی یعنی پکار پکار کر دینا ہے کہ یو کیا اذن
 کہلے معنی خبر دینے کے ہیں اور اذن بالثب یہ کے معنی زیادہ خبر دینے کے ہیں۔ اسی سے کہتے ہیں ”اذان جھکی
 یہاں بحث ہے۔ ایسے اذان دینوالے کو مؤذن کہتے ہیں جیسا کہ جس میں پکار پکارتے ہو کہ اذان دینا
 اذان دینے والے اسے مؤذن کہتے ہیں کہ سیم و ہمزہ۔

اذان قبل اسلام

اذان اگرچہ ہذا کو لغوی معنی سے کہہ سکتے ہیں مگر اہل اسلام کی اصطلاح میں اب یہ نام اون چند کلمات
 کا قرار پایا جو نماز کے وقت پکارا جاتا ہے۔ اور دیگر انبیاء کے زمانہ میں یہ کام ناقوس وغیرہ سے لیا جاتا تھا۔
 اور عرب کے لوگ کبھی آگ سلکا کر کبھی کسی کو کہتے تھے کہ آواز بلند پکار کر یہ کام نکالتے مگر کسی خاص ندا یا مصدر پر اذان
 کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔

بان مجاورہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ندائیے کو اس لفظ سے یاد کیا ہے جس سے
 ہم یہ کہہ سکتے ہیں اسلام نے جہاں سے اور ملت ابراہیمی کے تجدیدی کی جو اس سنت اذان کو بھی جاری
 کیا چنانچہ خداوند عالم تعہد بنا خانہ کعبہ میں ان نغظون میں حکم دیتا ہے واذن فی الناس بالبح
 یعنی اسے ابراہیم تم لوگوں کو پکارو حج کیلئے جس کی تعمیل حضرت خلیل اللہ نے یون فرماں کہ کوہ ابوقیس پر
 ہو کہ کا مشہور یہاں ہے ہر گز چار ہمت پھر کر یہ ندا دی یا ایہا الناس کتب علیکم الحج
 الی البیت فاجیبوا ربکم یعنی تم لوگوں پر حج خانہ کعبہ واجب کیا گیا ہے دعوت خدا کی اجابت

کہ باوجود بلند ہر جگہ گھوم گھوم کر سنایا اور اسوقت حضرت کے ہاتھ میں غنیمت پر ہند تھی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضرت نے جہارِ حکم کی تبلیغ کیلئے روانہ کیا تھا ایک یہ کہ خانہ کعبہ میں داخل نہ داخل ہوں۔ دوسرے یہ کہ طواف خانہ کعبہ کوئی بہہ نہ کہے تیسرے یہ کہ مومن و کافر سب کا حرم میں مجتمع نہ ہوں آئندہ سے چوتھے یہ کہ جس سے کسی خاص زمانہ کا رسول اللہ سے معاہدہ ہے وہ عہد و پیمان بحال خود قائم رہے گا اوس مدت تک یہی سبب ہے کہ جناب امیر کا نام قرآن میں اذان قرار پایا ہے۔ کیونکہ حضرت ہی اس حکم کی تفصیل کر دیے تھے اور فریقین کی روایت سے دوسرا نام حضرت امیر المومنین کا قرآن میں اذان واعیہ بھی ہو جائے تبہا اذان واعیہ میں مذکور ہے

ابتدائی اذان اسلام

اس امر کی تحقیقات علامہ احمد بن حنبلہ نے اپنی کتاب مواہب لدینیہ میں بڑی فرخندگی سے کی ہے۔ لہذا پہلے اسی عبارت کا مجسمہ ترجمہ کیا جاتا ہے۔

ابتدائی اذان میں علمائے بہت کچھ اختلاف کیا ہے بعضوں کا یہ قول ہے کہ ہجرت کے پہلے میں اذان کا حکم جاری ہوا تھا اور بعض کے مدعی ہیں کہ سترہ ہجری میں اسکی ابتدا ہو۔ بعض کا یہ قول ہے کہ چونکہ اوقات نامعین تھے اسلئے بلا بلائے لوگ اپنے وقت پر پہنچ جاتے مگر ابن سعدیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ الصلوٰۃ جامعۃ لند کر تے یہی اذان تھی اور سوقت کی جناب رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب پر مشورہ کیا کہ لوگوں کی کرنے کے لئے (نازیں) کون سی تدبیر اختیار کی جائے اس پر تن تجویز پیش ہوئی ایک یہ کہ مثل فزاری ناقوس پہنکی جاوے دوسرے صاحب نے تجویز پیش کی کہ یہو کی طرح بوق بنائیں تیسری تجویز یہ ہوئی کہ ہر نماز کی واسطے آگ روشن کی جائے چوتھے دیکھنے سے ہمارا مجمع فراہم ہو جایا کرے (یہ تجویز شاید آتش پرستوں سے مانگو ہو) مگر ابھی تک کوئی رائے نہیں قائم ہوئی تھی۔ کہ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربیع نے جو صحابی تھے خواب میں دیکھا کہ کہنے پر طرفہ اذان تعلیم کیا اور اسنے خدمت رسول اللہؐ میں آکر عرض کیا امام احمد بن حنبلہ معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں کہ خواب دیکھنے والے معاذ بن جبل میں انگلیاں یہ کہنے خواب میں۔ اور اگر کہوں کہ وہ خواب تھا تو سچ

اوس زمانہ تک باقی رہیگا جو زمانہ مقرر کیا گیا تھا۔

اب اس میں اختلاف ہے کہ جس چار مہینہ کی جہت دی گئی تھی اوسکی ابتدا کہ جسے ہر فاخذ ان رسالت کی اکثر حدیثوں میں نویم ذی الحجہ سے دہم ربیع الثانی تک ہر جہت تھی مگر اور دو اتیوں میں اول شوال سے ابتدا فرمائی جاوے اور بعض روایتوں میں دہم ذیقعدہ سے اسکی ابتدا تھی کیونکہ اس سال کھانکال حج اسی تاریخ کو ہوا تھا بقاعدہ نسبی

پھر حج اکبر میں بھی اختلاف ہے مگر فاخذ ان رسالت کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حج حج اکبر ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں حج اصغر عمرہ ہے جس کے ارکان نسبت ارکان حج خفیف ہیں۔ اس لیے عمرہ کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر کہتے ہیں۔

لیکن دوسرے مفسرین نے رد زعفر کو حج اکبر کیا ہے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ مخصوص اوی سال کے حج کو حج اکبر کہتے ہیں بہن کفار و اہل اسلام نے بالاتفاق حج کیا کیا تھا۔ اور اوس بعد کفار کی ممانعت نازل ہوئی۔ مگر یہ امر اتفاقی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو حضرت رسول نے خلیفہ اول کو اور بروایت شاہ ولی اللہ صاحب بشمول خلیفہ دوم یہ سورہ عنایت فرمایا کہ جا کر مکہ میں بزنا حج اس حکم کی تبلیغ کریں۔ کچھ دور شیخین گئے تھے کہ حکم خدا نازل ہوا کہ اس کام کو باجمہ انجام دو یا علی بن ابی طالب تب حضرت نے اپنے نادر غضبنا پر سوار کر کے بیعت تمام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ ابوبکر سے اس سورہ کو لے لیا اور جا کر مکہ میں اسکی تبلیغ کر دے خلیفہ اول حضرت ذی الخلیفہ تک پہنچے تھے یا بروایت دیگر منزل روحا تک۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نادر رسول اللہ پر سوار ہوئے اور خلیفہ اول سے آیات سورہ براءت لے لیا۔ شیخین روتے ہوئے حضرت کی خدمت میں واپس آئے اور وجہ عزل دریافت کی کہ کیا کوئی آپ پر بارے میں نازل ہوا تھا حضرت نے فرمایا جبریل امین یہ حکم لائے کہ اس کام کو باجمہ انجام دو یا وہ شخص جو تم سے ہو۔ علی چونکہ مجھے تھے جتنے سوا دوسرے کوئی تبلیغ رسالت نہیں کر سکتا اس لیے علی کو روانہ کیا جانا امیرین آیات کی تبلیغ اس طرح فرمائی کہ بروز عوفات میں۔ اور شب عید کو مشعر الحرام میں۔ احمد و زید و دیگر وکے پاس اور قیام تشریف یعنی ۱۳/۱۴/۱۵ کو بنے ان دنوں کو

لے نسبی کی تحقیق اصلان یہ ثابت ہے کہ ذی الحجہ اول میں لفظ ہو ۱۲

خواب دیکھا۔ یہ خواب اسکا موافق ہوا اسکے جسکو حضرت دیکھ چکے تھے۔ اسی کو فرمایا یہ وہی حق ہے انشاء اللہ۔ اور اسوقت معلوم ہوا کہ جو کچھ خدا نے آسمان پر دکھایا تھا۔ اوس سے یہی منظور تھا کہ زمین میں بھی پینٹ جاری ہو۔ اور جب عمر انصاری نے بھی یہی خواب دیکھا تو اور بھی تقویٰ ہوئی،

اسیرہ اعراض ہوا ہر کھربہ بزار کا راوی زیاد بن منذر ابو الجارود ہمدانی اور وہ متروک ہے اور فتح الباری میں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ثبات حکم اذان کا عبداللہ بن زید کے خواب سے درست نہیں ہو سکتا کیونکہ پیغمبروں کے خواب کے سوا اور کسی کے خواب سے حکم شرعی نہیں ثابت ہو سکتا مگر اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس خواب کے ساتھ وحی بھی نازل ہوئی چنانچہ ابو داؤد نے روا کیا ہے کہ عمر نے جب اذان کو خواب میں دیکھا تو اگر حضرت کو خبر دینی چاہئے۔ مگر یہاں اگر معلوم ہو کہ وحی اسکے قبل آچکی ہے۔ کیونکہ بلال کو اذان کہتے سنا۔ اور حضرت نے فرمایا وحی آچکی ہے تیرے خواب سے پہلے ہی زیادہ صحیح ہے اس سے جو داؤد دی نے روایت کی ہے کہ حضرت جب بیکل عمر کے خواب سے وحی کا حکم اٹھ روز پہلے لاپچکے تھے۔

عبداللہ بن زید کا خواب بروایت ابن اسحق یوں ہے۔ کہ اوسنے دیکھا کوئی شخص ناقوس لکھا جاتا ہے۔ مینے پوچھا کیا اسکو بچو گے اوسنے جواب دیا لگو ناقوس سے کیا غرض مینے کہا لوگوں کو سنا دیکھو اسے بلائینگے۔ اس مرد نے جواب دیا میں اس سے بہتر تحریرم لوگوں کو بتاؤں کہ نماز کے وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا کر آخر جملہ اقامہ تک اسکو روایت کیا ہے ابو داؤد نے بہ اسناد صحیح۔

مگر عمر کا خواب نہ معلوم ہوا کیا دیکھا تھا کیونکہ انکا اسبقدر بیان تھا کہ میں نے بھی ایسا ہی خواب خواب دیکھا ہے۔ مسند حراب میں ہے کہ اول اذان دینوالے سمار دنیا میں جب بیکل عمر بلال نے سنا جب بلال نے جا کر اسکی خبر دی تو حضرت نے فرمایا تجھ سے پہلے عمر خبر دیکھے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر نے حالت بیداری میں دیکھا تھا یہ خواب میں۔

اور بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان کی ابتدا کہ میں ہوئی تھی حضرت نے معراج میں دیکھا اور بلال کو اسکی تعلیم فرمائی۔ مگر اس روایت میں طلحہ بن زید بھی داخل ہیں جو

ہوگا۔ دیکھا ایک شخص کو جس پر دو سبز کپڑے پڑے ہیں اور قبائلی بھوکہ دو دو مرتبہ اللہ اکبر کہا جس طرح اذان کہی جاتی ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے۔ جاؤ بلال کو تعلیم کرو کہ اذان کہے کیونکہ اس کی آواز جسے زیادہ پاٹ دار ہو۔ کہا معاذ بن جبل نے کہ میں بلال کو سکھاتا ہوں۔ اور وہ باور پذیر کہتے جاتے تھے کہ حضرت عمر نے سن لیا جو آپ نے گھر میں بیٹھے تھے وہاں سے روایا کسینچے ہوئے نکلے اور قسم کھاتے تھے کہ ہم نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔

امام طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے یہی بیان کیا کہ میں نے یہی خواب دیکھا ہے۔ اور امام غزالی محیط میں لکھتے ہیں کہ دس آدمیوں سے زیادہ لوگوں نے اسکا ادا کیا اور عبادۃ جمیل شرح تنبیہ میں ہے کہ جو وہ آدمی اسکے معی ہوئے تھے۔ مگر اس صلاح و امام نووی منکرین اور سیرۃ مغلطی میں یہ لکھا ہے کہ انصار سے سات آدمیوں نے اسکا دعویٰ کیا تھا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق سے صرف عبداللہ بن زید کی روایت ثابت ہے اور قصۃ حضرت عمر بعض طرق میں آیا ہے۔

علامہ سہیلی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی مصلحت تھی ہر اذان کی صورت بعض مسلمانوں کو دکھائی گئی تھی اور بطور وحی یہ حکم نہ آیا جیسا کہ دیکھا احکام شرعی میں وحی کا نزول ہوتا تھا پھر ہمیں کیا مصلحت تھی کہ حضرت نے اس خواب کو روایہ حق قرار دیا اور اویسی پر اذان کی بنا ہوئی۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اذان کا اجر الہی تھا کیا کیا۔

پھر اسکا خود ہی جواب دیا کہ حضرت شب معراج۔ اذان کی ابتداء اس طرح ملاحظہ فرمائی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جب براق پر سوار ہو کر حضرت تشریف لکھے اور قریب حجاب پہنچے تو ایک فرشتہ حجاب قدرت سے نکلا۔ اوسنے پوچھا اے نبیؐ! یہ کون شخص ہے حضرت جبریل بقیم بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس فرشتہ کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ اویسی فرشتہ نے حضرت رسولؐ کو دیکھا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر تب حجاب قدرت سے آواز آئی سچ کہا میرے بندہ نے میں اکبر ہوں اکبر ہوں۔ اور بقیۃ اذان بھی اس طرح سنائی دی۔

علامہ سہیلی کہتے ہیں یہ اقویٰ ہے وحی سے۔ اور جب حکم اذان میں تاخیر ہوئی مدینہ تک اور لوگوں کا اعلام کرنا۔ اوقات نماز سے منظور ہوا۔ تو ٹھہری رہی وہی یہاں تک کہ عبداللہ نے وہ

جو بذریعہ خاندان رسالت کے لنگہ کی ہر جگہ رسول اللہ کے دوام الحیات والی وصیتوں نے
 ہمسر قرآن بنایا جس سے سب اختلافات رفع دفع ہو جائیں اور کس طرح کا شک و
 شبہہ باقی نہ رہے۔ دیکھئے کتاب کافی ثقہ الاسلام شیخ محمد یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ میں ابتدا
 اذان کے متعلق یہی دو روایتیں مرقوم ہیں اول عن ابی جعفر قال لکما اسی
 برسول اللہ الى السماء فبلغ البيت المعمور وحضرت الصلوۃ
 فاذن جبرئیل واقام فقدم رسول اللہ وصف الملائکۃ والنبیون
 خلف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم عن ابی عبد اللہ قال
 لما هبط جبرئیل بالاذان علی رسول اللہ کان راسہ فی حجر علی
 فاذا جبرئیل فلما انتبه رسول اللہ قال سمعت قال نعم
 قال حفظت قال نعم قال ادع بلالا فاعلمہ فدعا علی
 علیہ السلم بلالا فاعلمہ ص ۱۲ ذی کافی ج ۲

یعنی جناب امام محمد باقر سے روایت ہے کہ جب رسول شب معراج کو بیت المعمور تک پہنچے
 تو وقت نماز پہنچا تھا۔ وہاں حضرت جبرئیل نے اذان واقامہ کہی اور رسول نے نماز پڑھائی
 پڑھائی جسکی اقتدا ملائکہ اور انبیاء نے کی کہ حضرت کے پیچھے صف باندھے کھڑے تھے۔ اور حضرت
 امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جب حضرت جبرئیل علم اذان لیکر رسول اللہ پر نازل ہوئے تو
 اوس وقت حضرت کاسر مبارک آغوش جناب امیر میں تھا حضرت جبرئیل نے اذان واقامہ
 کہی جب رسول اللہ بیدار ہوئے تو پوچھا یا علی تم بھی سنا عرض کیا ہاں۔ پوچھا یا ابھی
 کرنا ہے عرض کیا ہاں تو فرمایا اچھا بلا و بلال کو اور اوسکی تعلیم دو چنانچہ جناب امیر نے
 بلال کو بلا کر تعلیم فرمایا،

اگرچہ عام مسلمانوں نے ہمیشہ اس قسم خاص کی روایتوں پر چشم پوشی کی ہے مگر اس
 مینا پر کہ سچین کوئی راوی ضعیف ہے یا مجہول یا کذب ہے یا مفسر۔ بلا اس وجہ سے کہ ہمارے
 حلقہ یا ہماری سوسائٹی کی یہ روایت نہیں ہے۔ یا اس وجہ سے کہ یہ روایتیں اونہیں لوگوں سے
 لیکے ہیں جن کا منہ ہماری راویوں کا منہ نہیں تھا۔ اور انہیں ہم صریحاً یہ

مستروک ہے۔ اور درقطنی کی یہ روایت ہے کہ جبریل نے اسکا حکم دیا تھا جسوقت نماز کی تعلیم کی تھی۔ مگر ان سبکے اسناد میں بھی ضعف ہے اور حدیث بناری ہی اسی مذہب میں ہے۔ فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ سب روایتیں صحیح نہیں ہیں ابن منذر کو یقین ہے کہ حضرت کہ سے مدینہ تک بلا اذان نماز پڑھتے تھے اسوقت تک اس بارہ میں شورہ کیا گیا ہے۔

اگرچہ فاضل مصنف نے اس تحقیقات میں ہر طرح کے ذخیرے کام لیا ہے۔ اور ہر قسم کی شہادتوں کو استعمال کیا ہے جس سے امید تھی کہ اصلیت واقعہ پر پوری روشنی پڑتی اور قابل اطمینان کوئی بات معلوم ہوتی مگر ایسا نہ ہوا بلکہ ایسی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں کہ مشکلات کی دشوار گزار راہ اور بھی ٹھہرن ہو گئی۔ کیونکہ ان مجموعی روایات پر جب گہری بلکہ سرسری نظر ہی ڈالی جاتی ہے تو اس معمولی اذان کا سلسلہ سی اسلام کے اوں اختلافی مسائل سے قرار پاتا ہے جسکا فیصلہ کرنا انہیں محال ہے۔ ہمیں ہزاروں علما کی عزیز جانیں مفت راگناں گئیں اور آج تک کچھ محقق نہوا۔ محقق نگاہیں ہمیشہ اصلیت واقعہ کے دریافت کرنے پر مجبور ہیں جبکی اس طویل تاریخ سے اتنی پیاس بھی نہیں بجھتی جتنا کہ فضل گرامی شہنشاہ کسی محروم راج کی مسکن ہو۔ کیونکہ سچی شہادتیں جب اختلاف کے سبب ساقط الاعتبار کر دی جاتی ہیں تو جو بھی روایتیں اپنے اختلاف و متناقض البیان ہوئے ساتھ کیونکر غرت کی نگاہوں سے دیکھی جاسکتی ہیں۔

اگر لائق مصنف یہاں ان معنی و قیاسی شہادتوں کے بدلے میں یا کاش انہیں کے ضمن میں اس شہادت کو بھی لکھ دیتے جو خاص رسول اللہ سے بذریعہ انکی اولاد امجاد کے بلا مشاعرہ امت اعجاز لیکھی ہو تو محقق کیلئے بہت کچھ مفید ہوتی مگر افسوس یہ شہادت اس قابل بھی نہ سمجھی گئی کہ اسکا ذکر کیا جائے چہ جائیکہ قابل اعتبار و وثوق قرار پائے۔

حالانکہ عام قاعدہ ہے کہ تحقیقات کی بنیاد ان شہادتوں پر ہونی چاہیے جو یقیناً ثابت ہو۔ حاضر موقع باجرا سے لکھی ہو۔ اور اگر یہاں بیٹا یا اس خاندان کا کوئی موثق معتمد شخص بیان کرے کہ وہ ہر جہہ و جود قابل ترجیح ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ جائز و حلال کی خوش کمپون کے بیان پر اعتماد کیا جائے یا انہیں مختلف و متضاد بیانون کے کچھ کر دینے کا نام تحقیق کرنا مانے۔ جسہم کہ کوئی کچھ انکسائے کوئی کچھ۔ اندازہ یہاں دوسرا روایت کو ہی لکھتے ہیں

یہ روایتیں صحیح ہیں

بسیب اشتراک لفظ عمر بنیبت حضرت عمر کی طرف کی گئی۔

(۲) بقول علامہ شطابی حضرت عمر کا خواب ہی نہ معلوم ہوا کیا تھا کیونکہ ان روایتوں میں صرف اس قدر دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا ہے بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔

(۳) یہ بھی تذبذب میں ہے حضرت عمر نے خواب دیکھا تھا یا بیداری میں جو یقیناً لازم نبوت سے ہے۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صرف عبداللہ بن زید کی روایت کو ثابت کہا ہے اور روایت حضرت عمر کے ثبات کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۵) بروایت ابو داؤد جب حضرت عمر نے اس کا دعویٰ کیا تو حضرت نے فرمایا اٹھ روز پہلے اس کی وحی آچکی ہے پھر کوئی عاقل کیونکر ایسا دعویٰ کر سکتا ہے کہ جو نہ اٹھ روز سے بخیر و بآوار بند و بگانی ہو اوسکے نسبت یہ کہہ دینے آج اس کو خواب میں دیکھا ہے ۴

(۶) انہیں بیانوں سے وہ اتہام بھی باطل ہو گیا جو اس اذان کی نسبت میں حضرت ابو بکر کی طرف کی گئی کیونکہ علامہ ابن حجر نے صاف لکھ دیا ہے روایت عبداللہ بن زید ثابت ہے اور روایت عمر بعض طرق میں آئی ہے۔

عرض ان مجموعی روایتوں کی حالت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ ضعیف روایات نے جاہا کسی طرح اور لوگوں کو بھی شرک منسوب رسالت بنائیں تاکہ عوام پر انکی ایسی عظمت ثابت ہو جسے اسلئے ساتھ حسن عقیدت ہم ہو جائیں مگر علمای اہل اسلام انکی اصلیت کو بخوبی سمجھ گئے ہیں۔ اور اچھی طرح بتا دیا کہ سو کسبی کے اور کسی کا خواب کبھی نہیں معتبر ہو سکتا۔

یہ منصب شرکت فی الرسالہ کا عطا کرنا کچھ اسی واقعہ سے مخصوص نہیں ہے۔ صد ہا واقعات آجکے ایسے ملنے جہیں یہ کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر رسول اللہ کی غلطیاں دکھائی جائیں۔ اور دوسرے اوسکے مقابل میں عمدہ رسے کہنا بلکہ حضرت کی غلطیوں کی اصلاح کرنا اور قرآن کا حسب خواہ اوسکے نازل ہونا دکھایا گیا ہے جس سے ایک سچا مسلمان کانپ اٹھتا ہے اور بدن کے رونکے کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ اس قسم کے دشمن اور صریح دشمنوں سے بھی بدترین جوئی الف اسلام ہیں۔

الغرض فریقین کی حقیقی روایتیں یہاں نقل کی گئی ہیں اونسے اچھی طرح ثابت ہوا کہ اذان کا حکم رسول اللہ نازل ہوا تھا اور حضرت ہی کے حکم سے اسنے اشاعت پائی نہ کسی صحابی کے

مثایا جائے تھے تو ہر اد کے ذریعہ سے کوئی کوئی روایت قبول کی جائے جس سے خواہی خواہی اد کا نام لیا جائے۔ اور لوگوں کے دماغ و قلب میں اس نام کا وجود متحقق ہو۔ لہذا میں اسکی جرات نہیں کرتا کہ عام سوسائٹی کے خلاف انہیں روایتوں کے مطابق فیصلہ کروں جو سلیط مطبوعہ خلافت ہو بلکہ ان خصوصیتوں کو بیان کرتا ہوں جس سے عام نگاہیں اسکی تصدیق و قبول پر مجبور ہوں اور وہی درجہ ان روایتوں کو حاصل ہو جسکی وہ مستحق ہیں۔

(۱) یہ دونوں روایتیں مع اسناد ایک ہی جگہ پر مرقوم ہیں جس سے معلوم ہوا کہ دو واقعہ کو بہتر تقدم و تاخر بیان کیا ہے پہلی اطلاع اسکی حضرت کو شب معراج ہوئی تھی۔ اور دوسری اطلاع زمین پر جبکہ بعد سے اسکا نقاد شروع ہوا۔ نہ یہ کہ دو مختلف روایتیں ہوں جیسا کہ روایات سابقہ کی شان تھی۔

(۲) ان دونوں روایتوں کو سوا اور کوئی روایت اس کتاب میں نہیں مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ محدث تذکرہ کے نزدیک مسئلہ بلا اختلاف ثابت تھا جو ہر صورت میں اختلافی حکایتوں سے افضل ہوا۔ (۳) ان روایتوں میں بھی وہی بات دکھائی گئی ہے کہ نزول حکم اذان بذریعہ وی یعنی خواب تھا مگر اس خواب کے دیکھنے والے خود رسول اللہ تھے نہ اور کوئی کو جناب امیر ہی کہوں نہیں ۹ کیونکہ اگرچہ جناب امیر بھی اس اذان سے مطلع ہوئے مگر بذریعہ روایا وغیرہ بلکہ چونکہ وہ بروسے جناب رسالت آج حضرت جبریل نے اذان دی تھی۔ اس وجہ سے جناب امیر نے سنا اور یاد رکھا تو ان روایتوں کے ذریعہ سے علامہ پہلی کے وہ تین اعتراض بھی اٹھ گئے جو بعض صحابہ کے رویا کر اذان پر نہایت شد و سہ دار دیکھا تھا اور کوئی جواب معقول آج تک نہ ہو سکا۔

(۴) ان دونوں روایتوں سے وہ سب خرابیاں بھی دفع ہوئیں جو روایات مذکورہ الصد سے پیدا ہوئی تھیں کہ حضرت عمال کو اذان کہتے سن کر قسم کہا بیٹھے کہ واللہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے کیونکہ ان روایتوں سے اچھی طرح ادون راویوں کی دروغ گوئی ثابت ہوئی انہوں نے حضرت عمرؓ پر ایسا اتہام کیا تھا۔ اس اتہام کی حقیقت یوں اور بھی کھل جاتی ہے کہ خود ان راویوں نے اس مادہ میں چند طرح سے اختلاف کیا ہے۔

بھی ثابت ہو۔ شاید اسی اعتراض کے دفعہ کے لئے یہ حدیث بنائی گئی کہ حضرت تشہدین اشہد انی رسول اللہ فرماتے جس پر منہ سجھتے ہیں کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں اشہدان محمد عبدہ و رسولہ کہنا بتواتر ثابت ہے۔

دہم، خلفاء راشدین کے ترک اذان میں جو عذریاں کیا گیا ہو وہی جواب زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضرت کی عادت تھی جب کوئی عمل کرتے تو آپ کا التزام بھی فرماتے۔ پس اگر اذان کی مؤا کرتے تو اذان میں غلطی آتا جس کے لئے حضرت مبعوث ہوئے اور وہ اعمال مثل قاتل و فصل خصوصیات و ہدایت ناس اس سے بدایح افضل ہیں۔

اگر اسپر اعتراض ہو تا ہے کہ عمل کا التزام کرنا ضروری نہیں کیونکہ بہت سے اعمال ایسے بھی ہیں جن کا حضرت نے التزام نہیں کیا۔ اور دوسرے اعمال کا افضل ہونا کچھ اسکو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت نے اسکو نہ کیا ہو۔

موسوی عبدالحی صاحب رسالہ خیل الخیر فی اذان خیل المبتدیین میں اسکا یوں فیصلہ کرتے ہیں کہ حضرت کا اذان کہنا مولود کے کان میں یقیناً ثابت ہے کیونکہ بروایت ابو داؤد و ترمذی و احمد و تہذیب حسنین علیہم السلام کے کان میں بوقت ولادت اذان فرمائی گئی باقی رہی نماز کی اذان تو کچھ اس میں تو وقت ہے۔

اس وجہ چہارم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان اختلافات کا دربارہ اذان نبوی صلی مشنایہ ہی ہے کہ خلفاء راشدین کی اس اذان مذیہ کو مستند بفعل نبوی قرار دیں۔ جسکی اونکو کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ خود حضرت عمر فرماتے ہیں لو کہ خلافتی اہل ذلت کہ اگر میں خلیفہ نہ ہوتا تو اذان دیتا جس سے معلوم ہوا کہ خلفاء کا اذان نہ کہنا کچھ خیال حفظ مراتب خلافت تہانہ بتاسی فعل رسول اللہ حالانکہ صحیح ترمذی میں صاف روایت اسکی موجود ہے کہ حضرت نے اذان فرمائی اور علامہ سیوطی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ہوا ایک حدیث مرسل ملی ہے۔ یہ اخراج سعد ابن منصور کہ حضرت نے اذان دی اور صحیح علیہ الصلاح فرمایا جس میں دوسری کسی تاویل کو کچھ نہیں۔ اور شرح ترمذی میں لکھتے ہیں کہ جو اسکا قائل نہ ہو کہ حضرت نے خود اذان دی وہ

خواب یا بیداری میں دیکھنے سے خواہ وہ اذان سننے پر اسی روز یا اوس وقت مدعی ہو اہو۔ یا اس کے
 اکٹھ روز بعد اور خواہ اس کے مدعی ایک صحابی ہوں یا سات حضاری یا دس صحابی یا چودہ
 صحابی جو محض غلطی اور بجز تقسیم منصب رسالت اس کا اور کوئی نتیجہ نہیں جو کسی طرح
 ممکن نہیں۔

اذان رسول اللہ

مورخین و محدثین اہل اسلام نے ایک یہ مسئلہ بھی اختلافی بنایا ہے کہ رسول اللہ نے اذان
 کبھی خود فرمائی ہے یا نہیں۔ روایتیں دو قسم کی پیش کی گئی ہیں۔ مگر جو کوئی اسی زود
 نہیں ملتی جیسے ہر کو فرق و اعتماد ہو۔ لہذا اس کی بحث فضول ہے۔ صحیح ترمذی میں جو مشہور
 کتاب حدیث ہے۔ اس کی روایت کی ہے کہ حضرت نے سفر میں اذان اقامت فرمائی بعدہ نماز
 بہ اشارہ پڑھی۔ مگر علمائے اس حدیث کو رد کیا ہے۔ کیونکہ دارقطنی نے اس روایت کو بائین فضول
 نقل کیا ہے کہ حضرت نے بلال کو حکم اذان دیا جو لوگ اذان رسول اللہ کے منکر ہیں وہ
 اس کی چار وجہیں بیان کریں۔

(۱) اگر حضرت اذان دیتے تو جب حماد بن علی الصلوٰۃ فرماتے تو گونہ اجابت دعوت واجب
 ہوتی اور یہ موجب حرج ہے۔

مگر اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس مذکورہ مقصود و اعلام و اجازت نہ بالخصوص احضار
 (۲) اس میں شائبہ ترک نفس ہے کہ حضرت خود اشہد ان محمد رسول اللہ فرماتے ہیں
 اس لئے حضرت نے فرمایا اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب بعرض اختیار ہو تب مذکور ہے اور اگر
 بعرض شکر نعمت باری ہو تو مستحسن ہے و اما بنعمۃ ربک فحدث
 (۳) اگر حضرت اذان فرماتے تو اس کی گمان ہوتا وہ محمد و دوسرے میں جن کی رسالت پر شہادت
 ہو جاتی ہے لہذا آئے اذان نہ دی۔

اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ چاہئے تھا حضرت تشہد میں اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ
 یہ فرماتے حالانکہ بالیقین ثابت ہے کہ صلح السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا

ان پانچ موزنون میں زیادہ مشہور نام بلال کا ہے جو اصل میں حبشی تھے۔ اسی مناسبت سے یہ بھی مشہور ہے کہ شین منقوط کی جگہ یہ لکھتے تھے۔ حبشی کوئی اصلیت نہیں معلوم ہوتی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں کثرت انکی ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن نے ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ بعض کہتے ہیں ابو عمر ہے۔

استیعاب علامہ ابن عبد البر کی میں ہے صفحہ ۵۵ جلد اول عن عطاء الخضر اسانی قال کنت عند سعید بن المسیب فذكر بلالا فقال كان شحيحا على دينه فاذا الله المشركون ان تقاربهم قال الله الله قال فلقني النبي ابا بكر فقال لو كان عندنا مال اشترينا بلالا قال فلقني ابو بكر العباس بن عبد المطلب فقال له اشتري بلالا فانطلق العباس فقال لسيدته هل لك ان تتبعيني عبدك هذا قبل ان يفوتك خيرة وتحرمي ثمنه قالت وما تصنع به انه خبيث وانه قال ثم لقيها فقال مثل مقالته فاشتراه العباس فبعث به الى ابي بكر فاعتقه فكان يؤذن رسول الله فلما مات النبي اراد ان يخرج الى الشام فقال ابو بكر بل تكون عتدي فقال ان كنت اعقتني لنفسك فاحبسني وان كنت اعقتني لله عز وجل فذرفني اذهب الى الله عز وجل فقال اذهب فذهب الى الشام فكان بها حتى مات۔

محقق دہلوی شیخ عبد الحق مدیح النبوة جلد دوم میں لکھتے ہیں۔ آمدہ است کہ ملاقات کر پھر پیغمبر ابو بکر را وگفت اگر می بود ما را مال می خرید بلال را پس ملاقات کرد ابو بکر عباس بن عبد المطلب را وگفت مراور اگر بخری بلال را پس رفت عباس نزو زن امیه بن خلف کہ تنی وے بود وگفتہ رغبت داری کہ بفروشی این غلام خود را کہ ملاقاتش از آنکہ برود و دست

غافل ہے جس پر بصرت معلوم ہوا کہ حضرت کا اذان دینا ان حضرات کے نزدیک ثابت ہے
مگر صرف اسی خاص غرض سے انکار کیا جاتا ہے۔

جو لوگ اخلاق عظیمہ و صفات حمیدہ جناب رسالت سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت
نے کبھی وہ باتیں کہیں جس کو بے فکر و ترغیب آتی ہو اور نہ کبھی اون باتوں کو ترک کی جن میں نفع
و انکسار کا نشانہ ہو خاص کر جب پیش خدا و فعل کوئی خاص عظمت رکھتا ہو جیسا کہ اذان
بارے میں بحدیثیں وارد ہیں جس سے یہاں تک علمائے ترقی کی ہے کہ بعض قابل ہو کر
اذان دینا افضل ہے اور جماعت سے اور بعض قائل ہر تساوٰی ہیں۔

الغرض جب جناب رسالت کا اذان دینا کان میں حسن علیہم السلام کے اور نماز کو
دور و مابین سے ثابت ہو چکا تو صرف تصحیح افعال خلفائے ثلاثہ کیلئے کیا ضرور ہے کہ حضرت کے اذان
دینے سے بھی انکار کیا جا۔ حالانکہ خود حلیفہ دوم نے تصریح کی ہے کہ ہم صرف بخلاف
نہیں اذان دیتے اور آئندہ بیت واقعات لینے جن میں کتنی محققین سنت رسول سے
کی گئی ہیں۔ اور اگر اس بیان سے تسکین نہ ہو تو سیرت جناب امیر المؤمنین پر نظر کرنا چاہئے
جو یقیناً با اتفاق کما فی الامم اسلام سنت رسول اور معصوم و محفوظ تھے کہ بغرض اسی اجراء
سنت نبوی کے اگر نہ خلاف میں خود ہی صبح کی اذان دیتے جس سے اچھی طرح معلوم ہوا
حضرت امیر اس اذان دینے کو منافی شان خلافت نہ سمجھتے تھے جیسا کہ جناب رسالت
اسکو منافی شان رسالت نہ جانتے تھے۔

مؤذنین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت کے زما میں گو گوئی مجددہ خاص طور پر کسی سے نامزد نہیں تھا۔ مگر جو کام شخص سے زیادہ
لیا جاتا وہی اس منصب میں زیادہ مشہور ہوتا۔ یہی سبب ہے کہ حضرت کے مؤذنین میں باج
صحابی کا نام بالخصوص مذکور ہر بلال ابن رباح ابن ام مکتوم
سعد القرط ابو محمد و سرہ زیاد بن حارث مدائی
مگر ابن عمر کی روایت میں دو ہی موزن کا ذکر ہے ایک بلال دوسرے عبدالعزیز جسکی توجیہ
ابن حجر نے یہ کی ہے کہ ترقیہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالعزیز نام تھا ابن ام مکتوم کا جو نابینا تھے

سلسلہ میں ہے
کہ وہ وقتوں میں مؤذنین کی
تعمین میں ہی جو شخص سات
ہے ان کا اذان کو دیکھنے
کے بعد ان کا نام دیا جاتا ہے
ابن عبد بن کر جو شخص بلالہ
ہے ان کا اذان کے بعد
بے وقت و اس کے بعد
کے اذان دینے میں
لکھا جائیگا اور جو منی قائل
ہے اس سے یہ کوئی اثر
نہیں ہے

لکھتے ہیں در بعض طرق وارد شدہ کہ فرستاد ابو بکر بلال را بمراء آنحضرت بکے و این درست نمی آید زیرا کہ ابو بکر و این سفر همراه بود و بلال را هنوز بخیرہ بود و ابو بکر خرد تر از حضرت بود و آنحضرت دو اوزده ساله بود و صفحہ ۳۲ جلد ۲

اس روایت میں واضح ہمارے در فضیلت بلال تین فضیلت نکالی تھی ایک یہ کہ ابو بکر صاحب اس سفر میں ساتھ تھے جس کی روشنی صاحب نے یوں کی ابو بکر صاحب درین سفر همراه نہ بود و یاروں نے ایک قصہ اور بھی بیان بنایا ہے کہ بھلا را بہت ابو بکر ہی سے دریافت کیا تھا یہ کون فرس و رخت کے نیچے بیٹھا ہے یہ ابو بکر نے کہا محمد بن عبد اللہ تو را بہتے کہا پیغمبر خزانہ ان میں جب حضرت مبعوث ہوا رسالت ہوئے تو ابو بکر صاحب اسی بنیاد پر اسلام لائے اس پر شیخ عبد الحق لکھتے ہیں شیخ ابن حجر گفتہ کہ اگر صحیح است ابن قتیبہ پس سفر دیگر خواہد بود غیرہ ابی طالب صفحہ ۳۴

اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ خود ابن حجر کو اس کی صحت میں تردد ہے اور شروع روایت میں خود شیخ عبد الحق نے بھی لکھا ہے انہیں جہاں اس نسبت ضعیف روایت کردہ است۔ دوسرے یہ کہ ابو بکر بلال کے مالک تھے جس کی نسبت لکھتے ہیں بلال را ہنوز نہ خریدہ بود۔

تیسرے یہ کہ ابو بکر نے از راہ کمال شفقت جسطرح حضرت ابو طالب نے لوگوں کو ساتھ کیا تھا اسی طرح ابو بکر نے بلال کو ساتھ کیا اسکے نسبت لکھتے ہیں ابو بکر خرد تر بود و دیر سال۔

پس جب شروع اہلسنت نے اس طرح کی روایتیں وضع کرنی شروع کی ہیں تو اور بھی اس روایت کی عدم صحت نمایان ہوئی کہ حضرت عباس نے بلال کو خرید کر کے حوالہ ابو بکر کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب چونکہ اثبات خلافت شیخین میں مجبور ہیں کہ جہاں تک ہو سکے وضعی روایتیں بنائیں اس لئے حقتہ مذکورہ بلال میں لکھتے ہیں۔ و اچے بعض اناس بسبب صغر سن صدیق در ان وقت وعدم اشتراک بلال لا بعد الاسلام استبعاد میکنند مجروح ہم است زیرا کہ ممکن است از اہل گیاست مثل ابن حزمہ کہ در صغر سن ظاہر شوند و جائز است کہ بلال را بطریق اجارہ یا عاریت ہمراہ گرفتہ باشند و ائمہ اعلام قرۃ العینین صفحہ ۱۰۶

یہاں پر مصحح نسخہ مولوی نور الحسن صاحب نے جو حاشیہ لکھا ہے ذہن کامل و دیر ہے لکھتے ہیں سیکوید بندہ خاکسار کہ ہر گاہ وفات بلال در سال بست ہجری باشد و او شخصت و سہ سالہ مردہ

تو مجروح شوی از شن دے گفت چه کار میکنی دے خبیث است بهیچ کار نمی آید بار دیگر ملاقات کرد و گفت بے مہین سخن - پس خرب عباس اور افرستاد نزد ابی بکر یعنی بخشد بے پس آزاد کرد ابو بکر اور اس صفحہ ۶۷۲

ان دونوں روایتوں سے بصراحت تمام ظاہر ہے کہ حضرت عباس عم رسول اللہ نے انبیاء سے خرید اور خرید کے ابو بکر صاحب کو بخش دیا پھر معلوم اس میں خلیفہ صاحب کی کیا فضیلت نکلتی ہے ان دونوں روایتوں میں یہی مرقوم ہے کہ حضرت عباس نے خرید کر کے ابو بکر صاحب کو بخشا مگر ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت عباس کو اپنے مال کی خریدنا تھا تو خود رسول اللہ کو کیوں نہ دیا جو ابو بکر صاحب کو بخشا لہذا معلوم ہوتا ہے کہ بیان بھی یاروں نے حضرت کی حمی کہ اتنی ہی ہے فضیلت ابو بکر صاحب کو مل جائے ورنہ شیعوں کی کتب رجال میں انکو مولیٰ رسول اللہ لکھا کہ رسول اللہ کے غلام آزاد کر دے تھے۔

ان کی حرفت کا یہ اس سے بخوبی مل سکتا ہے کہ ان کے راویوں اس سے متعلق کتنی روایتیں اور کس کس قسم کی بنائی ہیں۔ پہلے تو قیمت میں تین قول ہے (۱) پانچ اوقیہ کو خرید (۲) سا اوقیہ کو خرید (۳) نو اوقیہ کو خرید پھر ہوتا قول یہ ہے کہ ایک غلام حبشی اس کے عوض میں دیا یا پھر ان قول یہ ہے کہ ابو بکر صاحب اس وقت ان کو خرید کہ کافروں نے ان کو پتھروں کے نیچے دیا دیا تھا اور دفن کر دیا تھا۔

یہ اختلاف بیان سچا خود کافی دلیل اس کی ہے کہ اصلیکے خلاف باتیں بنائی جاتی ہیں اور اصل واقعہ چھپایا جاتا ہے حضرت اہلسنت نے صرف اسی بیان پر نہیں اکتفا کی بلکہ یہاں تک ترقی کی کہ قبل از انظار نبوت آنحضرت ابو بکر کو بلال کا مالک بنایا اور اس مضمون کی روایت ڈھائی کہ جب حضرت نے اپنے عم معظم حضرت ابوطالب کے ساتھ ہجرت کیا ہے اور راہ سب نے حضرت ابوطالب کو خوف دلایا کہ یہود و نصاریٰ سے آپ کی حفاظت کرنی چاہئے۔ تو حضرت ابوطالب نے راہ سے معاودت کی اور مال اپنا بصرے میں بیچ کر چلے آئے مگر بعض روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوطالب نے کچھ لوگوں کو ساتھ کر کے حضرت کو مکہ بھیج دیا۔ اسکے ساتھ یہ بھی جوڑ دیا کہ اس وقت ابو بکر صاحب ہی بلال کو حضرت کے ساتھ لے کر پیشینہ بخشد یعنی

بعد ذلک بالکثر من ثلاثین وکذا ضعفہ الذہنی قال ابن حجر رحمہ
 ہذا الحدیث نقلاً ولامین فیہ منکر سوی قولہ وبعث معہ ابوبکر۔
 یعنی حدیث میں وہم جو کہ نہ ابوبکر اور بلال حضرت کے ساتھ تھے نہ بلال اُس وقت اسلام لائے
 تھے نہ ابوبکر اُنکے مالک تھے بلکہ ابوبکر کا سن اُس وقت دس برس کا بھی نہ تھا اور ابوبکر تو اس کے
 نہیں برس بعد بلال کے مالک ہوئے۔

اسنوس کے علماء اہل سنت نے اپنے خلفاء کی محبت میں صحیح صحیح حدیثوں کو اس طرح غارت کیا ہو کہ پناہ
 بچد اید ونگذیر قصہ حضرت کے سفر شام کا اور بحیرہ ارباب کی ملاقات کا اور اُسکے بشارات دینے کا کیسا
 عمدہ اور پاکیزہ واقعہ ہے کہ دوست دشمن سب پر موثر ہو کر جب نمازین اسلام اہل سنت کے
 ان وضعیات پر مطلع ہو گئے کہ خود صحیح ترمذی میں ایسی غلط روایت داخل کی گئی ہے جو جو
 علماء اہل سنت کے نزدیک موضوع ہو تو وہ اصل واقعہ پر کس درجہ شکوک پیدا کر گئے۔
 آپ نے تنقید جاری میں تو دیکھا ہو گا کہ حضرت کے بعثت کا قصہ بھی جو صحیح بخاری اور دیگر روایات
 و تفسیر میں یہ کثرت موجود ہے۔ اہل سنت کی کارروائیوں سے محفوظ نہ رہ سکا وہاں بھی حضرت
 ابوبکر پہنچائے گئے اور صحیح روایت غارت کی گئی۔

یہی تو وجہ ہے کہ معتبر اہل سنت کی کتابیں ملک میں شائع ہو رہی ہیں اسلام کی فحافت بڑھتی
 جاتی ہے کیونکہ عیسائی اور تہذیب دونوں ان کتابوں کو دیکھتے ہیں اور انہیں وضعی روایتوں پر
 اعتراضات کی ایسی بوجھا کر دیتے ہیں کہ صحیح روایتیں بھی متزلزل ہو جاتی ہیں اور اہلسنت سے
 کچھ جواب نہیں بن آتا۔

بہر حال جب معلوم ہو چکا کہ حضرت بلال مال ابوبکر سے نہیں خریدے گئے بلکہ حضرت عباسؓ نے خرید لیا
 تو اگر بالضرر مان بھی دیا جائے کہ حضرت عباسؓ نے ابوبکرؓ کو یہ کیا نہ رسول اللہؐ کو تب بھی کوئی
 شرف ابوبکرؓ صاحب کو نہ ملا کیونکہ یہ جو کچھ ہے وہ حضرت عباسؓ کی خیرات ہے۔

اب پھر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت بلال نے اور کسی خلیفہ نے لے اذان دی یا نہیں۔
 اہل سنت نے یہ بھی بنایا ہے کہ بعد وفات رسول اللہؐ بزمانہ ابوبکرؓ بھی اذان دیتے تھے۔ عرس نے
 اپنی خلافت میں چاہا کہ بلال اذان دیں تو بلال نے جواب دیا کہ میں اذان لکھتا ہوں برا سے

باشند پس لامحالہ او بدہ سال خود از آنحضرت باشد و چون سفر شام دور از ہجر و مسن عمر شریف واقع
شد اگر ببلال درین ایام غسل دو سالہ باشد جاہر و استعارہ نہ چہ معنی داشتہ باشد و اگر ببلال
را ہفتاد سال فرض کردہ آید پس آنجانب سہ سال کم باشد و در ایام سفر شام نہ سال باشد باز ہم جاہرہ
گرفتہ یا استعارہ او خالی از بعد نیست قتال و کھڑقہ یعنی بن بطونہ مجتہدانی دہلی ^{۱۰۰}
اس عبارت شاد صاحب کلام کی قلمی کھل گئی کہ حضرت کے سفر شام کے وقت بلال کی عمر
دو برس کی ہوتی ہو یا فرض دوسرے قول ضعیف کے نو سال کی تو کون عاقل اسکو قبول
کر سکتا ہو کہ ابو بکر صاحب جو خود اس وقت نہ سال یا دو سالہ تھے اُسے ایسا امر ظاہر ہو کہ دو سالہ رکے
کو حضرت کی حفاظت کیلئے ساتھ کریں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں بذکر عبدالرحمان بن عروان راوی روایت مذکورہ لکھتے ہیں۔
قلت انکرمابعد حدیثہ عن یونس بن ابی اسحق عن ابی بکر انہ موسیٰ عن ابی موسیٰ
فی سفر البقی و هو مراعق مع المطالب الی الشام وقصۃ عجیباً و ما یدل
علی انہ باطل قولہ و زادہ ابو طالب و بعث معہ ابو بکر بلال (ابو بلال) بلکہ بعد خل
و ابو بکر صبیٹا صفحہ ۱۰۲ جلد ۲۔

یعنی جو روایت اسے قصہ سفر شام میں بیان کی ہے کہ ابو بکر نے بلال کو ساتھ کیا یہ باطل ہے کیونکہ بلال اس وقت
مک پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور خود ابو بکر اس وقت کم سن تھے۔
اور علامہ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں و وقع فی کتاب الترمذی وغیرہ انہ
بعث معہ ابو بکر بلال و هو من العلط الواضح فان بلال اذا ذاک لعلہ
لہو لکن موجودا و انکان فلم لکن مع عہد ولا مع ابی بکر یعنی کتاب ترمذی وغیرہ
میں جو یہ روایت آئی ہے کہ ابو بکر نے حضرت کے ساتھ بلال کو بھیجا علط واضح ہے کیونکہ بلال
تو اس وقت شاید پیدا بھی نہ ہوئے ہونگے اور اگر پیدا تھے تو نہ حضرت ابو طالب کے ساتھ تھے نہ ابو بکر
ساتھ اور تاریخ خمیس میں ہے قال الحافظ الدمیاطی فی الحدیث وہم فی قولہ
و بعث معہ ابو بکر بلال لا اذ لہ لکن ما معہ ولم یکن بلال اسلم ولا ملکہ ابو بکر
بل کلن ابو بکر حیثئ لہ یبلغ عشو سنین ولم یملک ابو بکر بلال الا

ساعت متوجہ مدینہ شد چون نزدیک رسید از احوال فاطمہ حسن و حسین سلام اللہ علیہم اجمعین پرسید گفتند فاطمہ بخت خرابید و حسن و حسین بانی اند۔ و چون مدینہ درآمد خواستند مردم کہ بر ایشان اذان گوید بچکس را مجال کن نہ شد کہ بلال این سخن بگوید گفتند از حسین التماس باید کرد کہ بلال امر فرماید کہ اذان بگوید کہ اورا از فرمودہ ایشان چارہ نخواہد بود پس ایام حسین امر فرمود و بلال بہ اذان گفتن در آن موضع کہ در حضور شریف حضرت علیہ السلام مسکف برآمد چون گفت اللہ اکبر اللہ اکبر تصور و تدفایم حیات رسالت شورش و گریہ بر مردم راہ یافت و چون گفت اشہدان لا الہ الا اللہ آن شورش و گریہ زیادہ شد و چون گفت اشہدان محمد رسول اللہ زلزلہ در شہر افتاد و گریہ و نالہ و گرفت گویا مردم وز رحلت آنحضرت است پس بلال را مجال اذان گفتن شد و نہ مردم را طاقت شنیدن ماند صفحہ ۶۷

کیونکہ اس روایت معلوم ہوا کہ حضرت بلال کا نام ابو جہل ایک خواجے تھا کہ حضرت کو سفر شام کے چھ مہینہ کے بعد خواب میں دیکھا اور اپنے اس کی شکایت کی کہ تم مدینہ کیوں نہیں آتے قریب مدینہ پہنچ کر انہوں نے جناب سیدہ اور حسین علیہم السلام کا حال دریافت کیا جس پر وفات جناب سیدہ کا اُن کو حال معلوم ہوا جو بجائے خود اس کی دلیل ہے کہ حضرت بلال نے بعد جلت جناب رسالت اور قبل وفات جناب سیدہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا سفر شام کیا تھا اور بنا بر روایات اہل سنت وفات جناب سیدہ آنحضرت کی وفات کے چھ مہینہ بعد ہوئی جس سے اور بھی انکی تائید ہوئی کہ بعد انتقال آنحضرت فوری سفر شام بلال کو پیش آ یا۔ تو اب یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت بلال خلا کی طرف سے یا معتبہ تھی یا خلافت نے اس وفات جناب سیدہ کو اس قابل نہ سمجھا کہ اُن اصحاب کو جو دور مقام پرین اطلاع دین خواہ اس خیال کے عام مسلمانوں کو نہ معلوم ہو کہ رسول اللہ کا کوئی وارث بھی ہے خواہ اس خیال سے کہ یہ واقعہ کوئی شان نہیں رکھتا جس سے کسی کو اطلاع دی جائے۔

بہر حال حضرت بلال کے استفسار احوال اہل بیت طاہرین سے اور کچھ کسی کی جرأت نہ کرنا سپر اگر اذان کی فرمائش کرے اور جناب سید الشہداء روحی اللغات کے حکم سے اذان دینا۔ اسکا بخوبی پہچان ہوا کہ جو کچھ خصوصیت تھی انکو خاندان رسالت سے نہ ابوبکر کی خریداری ہی نہ اُن کے مال سے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو ولی نعمت میں ابو شیخ عبدالحق صاحب اس روایت کو لکھ کر لکھتے ہیں: اس روایت خلاف مشہور است۔

اس روایت میں یہ معلوم ہوا کہ بلال نے عہد ابو بکر میں موزنی نہیں قبول کی، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ حقیقت ابو بکر ہی کے مالک ہوتا اور بلال ان کا خلیفہ ہوتا تو کبھی ترک رفاقت نہ کرنے اور نہ ان کو چھوڑ کر ملک شام نہ چلے جاتے۔

یہ روایت محض اس لئے بنائی گئی کہ کسی طرح ابو بکر صاحب کی کوئی حقیقت ماننا کہ حضرت بلال پر قائم کرنا کہ انھوں نے موزنی کا ان کے عہد میں قبول کیا کہ ان کا اتفاق اصل سنت یہ غلط ہے۔

کتب رجال شیعہ سے اس واقعہ کی احادیث یہ معلوم ہوتی ہیں کہ حضرت بلال نے اذان کہنا بعد وفات رسول اللہ کریم ﷺ کیا تھا اور خلافت ابو بکر کے منظور کرتے تھے مگر ان کو مجبور کیا تو انھوں نے

جواب دیا کہ جس کو رسول اللہ نے خلیفہ اپنا نہیں بنایا ہم اس کی بیعت نہ کریں گے کیونکہ حضرت نے

جیسے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اس کی بیعت ابھی ہماری گردنوں میں ہے یہ ہم قیامت تک اس پر عمر دے ان کو گالی دی اور کہا کہ تم ہمارے شہر سے چلے جاؤ کہنا حضرت بلال نے سفر شام اختیار کیا۔

یہ روایت کتب رجال شیعہ میں ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس قدر تو یقینی ہے کہ بعد وفات

رسول اللہ انھوں نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا اور جانب شام روانہ ہوئے اور ناظرین کتب تاریخ کو

معلوم ہے کہ ملک شام اُس وقت تک ملک کھڑا تھا کہ وفات رسول اللہ کے بیت دنوں بعد وہاں

جنگ شروع ہوئی ہے۔ خالد بن ولید پھر ابو عبیدہ جراح وغیرہ بھیجے گئے ہیں تو قبل اس کے کہ وہاں

اسلام کا تسلط ہو حضرت بلال کا وہاں جانا ضرور کسی وجہ خاص سے تھا۔ اور پھر وہیں مدۃ العمر

رہنا اور مدینہ منورہ نہ آنا جو حضرت کا دارالہجرہ تھا اور تمام مسلمان کو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ

وہاں جا کر قیام پذیر ہوں۔ اس کی خبر دیتا ہے کہ یہ سفر حضرت بلال کا کسی خاص وجہ سے تھا کہ وہ

مدینہ سے رنجیدہ ہو گئے تھے۔

اور تاہم اس کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت بلال کے مدینہ آنے اور اذان کہنے کے بارے

میں شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں۔ چون بلال رضی اللہ عنہ بہ شام رسید بعد از شہادت حضرت

رسول را بخواب دید کہ می فرماید یا بلال ما هذا الجحافل والذوات وانا انا بلال کان

دی تھی۔ انعام آئندہ واقعات میں بھی آئیگا وفات اُنکی شہیدین ہوئی۔

(۵) زیاد بن حارث صیدلی

انہوں نے حضرت کے زمانہ میں مغربین ایک دفعہ اذان دی تھی جسے حضرت بلال نے چاہا کہ ہم قارئین کہیں تو حضرت فرمایا کہ نہیں جس نے اذان دی ہے وہی اقامت کہے سن وفات انکا نہیں معلوم ہوا۔
ان حالات میں ایک مسجد انھوں نے طبعی طرح سے سکھایا کہ آمل موزن دہری تھے ایک بلال دوسرے
ابن ام مکتوم سیار کہ روایت ابن عمر بھی مذکور ہوئی سعد ابو جہرہ۔ زیادہ تو بزرگ ہستی موزن
بنائے گئے ہیں جسکے اخراض آئندہ کے واقعات سے معلوم ہونگے۔

صورت اذان

یہاں ہم مرتبین کی کتب فقہیہ سے ایک مختصر تصدیق اذان کی تہذیب میں تاکناظرین رسالہ کوئی حالت
منظرہ نہ باقی رہے۔

(۱) اذان چوتھہ نماز۔ اور مجاہد کیلئے سنت ہے مگر امام محمد رشاگرد ابو حنیفہ اسکو واجب تین بشرط چاہیے۔

(۲) ترجیع یعنی آواز کا گھٹنا و بڑا کرنا چاہئے۔ مگر امام شافعی اسکا حکم دیتے ہیں۔

(۳) اذان کے فقرات میں ٹھہرنا چاہئے۔ بخلاف اقامت کے۔

(۴) اذان کہتے وقت قبلہ رو ہونا لازمی نہیں۔

(۵) حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہتے وقت داہنے بائیں منہ پھیرنا جائے۔

(۶) اگر اذان والے مینار پر کھوم کھوم کر چکر لگائے تو اور بھی بہتر ہے۔

(۷) اذان کے وقت کان میں انگلیاں ڈالے رہے تو افضل ہے۔ اور اگر نہ کرے تو حسن ہے۔

۱۔ مولوی علی گنج صاحب یہاں ایک روایت میں ابو داؤد سے نقل کی ہے میں راوی بیان کیا ہے کہ بلال کھڑے تھے
مرتجع الصلوٰۃ حی الفلاح کہتے وقت گردن پھیر دیا کرتے تھے پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ دوسرے محدثین

اس قسم کی روایت کی ہے جس سے کھولنا جائز نہ لکھا ہے۔ ۱۲۔ راقم دیکھو سیارہ الفکر ص ۱۲

۲۔ اصل عبارت یہ ہے حی الفلاح للہ وذن ان یجعل صلیبہ فی اذنیہ وانہ یفعل بحسن بسنتہ
اصلیبہا من شاہد کعبتہ کی روایت ہے کہ اسکا کیا مطلب میں آخر کوئی ایسی توجیہ نہ نکال سکا کہ کوئی یہ لکھ لیا

کان میں دنیا افضل ہے تو دنیا حسن کو نہ کہوگا۔ رہا ہر کہہ و سنت اصل میں یہ ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بہت سی
ساعتوں میں یہ حکم صاف موجود ہے کہ حضرت نے اسکا حکم دیا سنو ابن ماجہ اور مستدرک امام حاکم میں موجود ہے

کہ حضرت بلال کو حکم دیا کان میں انگلیاں دیا کرد اور ابن حبان اور ابویں بن خزیمہ نے بھی اُنکی روایت کی ہے

میں اسکو واجب تین
علیہ السلام کہتے ہیں
وہی بلال ہے بلال بن رباح
انکی روایت میں ہے کہ بلال
موزن نہ بلال کی تاجاؤں تھی
یہاں صاحب فرماتے ہیں
اسکی بھی سنت بنا دیا
دیکھو سیارہ الفکر ص ۱۲
الدر الشہ

وفات انکی سنہ ہجری میں ہوئی یا سنہ ۶۳ برس کی عمر میں اور بعض لوگ ۶۰ برس لکھتے ہیں اور باب صغیر دمشق میں مدفون ہوئے۔ اناشد وانا الیہ راجعون۔

(۲) ابن ام مکتوم

بعض علمائے اٹخنام عمرو لکھا ہے اور بعض نے عبداللہ اور بعض نے عبدالعزیز یہ پڑائی اذہ ہے تھے انکی اذان کے بارے میں بروایت صحیح بخاری ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ماہ مبارک میں بلال کی اذان صبح کے بعد کھا سکے ہو۔ مگر جب ابن مکتوم اذان دین تو ترک کر دو مگر حضرت عائشہ اس روایت کو غلط بتاتی ہیں جیسا کہ سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر نے اس روایت میں غلطی کی ہے کیونکہ حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ ابن ام مکتوم کی اذان تکمیل جازت کہانے کی ہو کیونکہ وہ اندھے ہیں جو وقت صبح نہیں پہچانتے بجا او بلال کے جو وقت کو پہچانتے ہیں پس انکی اذان کے بعد کھانا پینا چھوڑ دینا چاہئے۔

افسوس ہے کہ راویوں نے بلکہ خود انہی نے کہا کہ کس کس طرح سے حدیث کو اوستا ہے حضرت عائشہ کی اس قسم کی نکتہ چینوں میں عبداللہ بن عمر۔ ابو ہریرہ البودری وغیرہ زیادہ مبالغہ نظر آتے ہیں جنکی حدیثیں صحاح ستہ میں زیادہ کی انگین ہیں۔ علامہ سیوطی نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جسکا نام **عین الرواصہ** فہما ادرکتہ عائشہ علی الصحابہ ہے جس میں سب سے صحابہ کی غلط گوئیوں کو دکھائی گئی ہیں۔ اور حضرت عمر کی روایت تو یہ جو اعتراضات لکے ہیں اوستا پتہ تو صحیح بخاری وغیرہ سے بھی ملتا ہے۔ ابن ام مکتوم کی وفات جنگ قادسیہ میں ہوئی بعد خلافت خلیفہ دوم۔

(۳) سعد قرط

حضرت عمار بن یاسر کے غلام تھے جو آزاد کر دئے گئے تھے۔ رسول اللہ نے انکو مسجد قبلہ کا موزن مقرر کیا تھا مگر خلیفہ اول نے اپنے عہد خلافت میں بعد بلال انکو مسجد بنوی کا موزن مقرر کیا جو بعد کو انکا جائزانی منصب قرار پایا بعد حکومت حجاج انکی وفات ہوئی سنہ

(۴) ابو محمد وسرہ

اٹخنام اوس یا سمرہ یا سلمان یا عبدالعزیز یا معمر تھا انہوں نے حکم رسول اللہ میں اذان

بنا دیکھتی ہے جس پر اذان دی جائے۔

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے غلطی سے غلطی کے زمانہ تک نہ یہ منار تھا۔ نہ یہ موعظہ مسجد کے دروازہ پر یا صحن مسجد میں یا خاص مسجد میں اذان دی جاتی تھی۔

ابن سعد راوی ہیں ماورق بن ثابت سے کہ جب تک مسجد نبویؐ نہ بنی تھی، اوس وقت تک بلالؓ ہمارے مکان میں اذان دیتے تھے جو متصل مسجد تھا اور بلند تھا جب مسجد بنی تو اوسکی جگہ پر بلال نے اذان دینی شروع کی۔

ولید بن عبد اللہؓ جب مسجد نبویؐ کی تعمیر سے تعمیری تو اوس وقت یہ اضافہ بھی کیا گیا کہ مسجد کے ساتھ ایک موعظہ بھی بنایا گیا جس پر اذان دینا لگی۔ اس منارہ کا بنا تھا کہ رویتوں کا انبار بھی ہونے لگا کہ منارہ پر اذان دینا سنوٹا ہے۔

۱۱) ابن عمرؓ اور ابو بردہؓ سلمیٰ سے روایت ہے کہ اذان کہنا منارہ پر سنت ہے۔ بلالؓ جو حضرت کے زمانہ میں اذان دیتے تھے تو ایک اسطوانہ پر دیتے تھے جو عبداللہ بن عمرؓ کے مکان میں تھا اور مسجد نبویؐ سے قبل رو۔

۱۲) ابن زبائہؓ نے بھی اس قسم کی روایت لکھی ہے اور اس منارہ کا نام بھی بتایا کہ غلط تھا۔ ۱۳) یہ اسطوانہ حضرت عذہؓ کے مکان میں تھا جو مسجد کے قریب تھا اوس پر بلالؓ اذان دیا کرتے تھے ان روایتوں کو نقل کر کے علامہ مہدیؒ لکھتے ہیں ان سب جھوٹے ہیں۔ طبرانیؒ کہنا بھی اذاعہ اور روعی کا کثیر الغلط ہے کہ اوسکی کتاب میں جل کی تھیں۔ لہذا اپنے حوالہ کے اعتماد پر حدیث میں بیان کرتا تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ عمرؓ عثمانؓ نے اذان کیلئے کوئی منار نہیں بنوایا تھا اور نہ علما اوسکو بیان کرتے۔

اور علامہ سیوطیؒ کتاب الاذائل میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جو منارہ مصر پر چڑھا وہ شریعت بن عامرؓ ہے۔ اور مسلمہؓ نے منار بنوائے اذان کے لئے۔ اور اسکی بنا کلمہ معاویہؓ تھی۔ (دوروی عبارت حاشیہ ہدایہ سے لیکھی ہے جو تصنیفات جناب مولوی عبدالحی صاحبؒ فرنگی علی سے ہے دیکھو صفحہ ۱۷)

علامہ سیوطیؒ حسن بن علیؓ مروزی جناب مولوی عبدالحی صاحبؒ فرنگی علی سے ہے دیکھو صفحہ ۱۷۔ عمروؓ صاحبؒ کا کہنا ہے کہ منار تھا۔ اور سب عمارتوں کو گرداویا جو عمروؓ صاحبؒ نے اس مسجد کے متعلق فرمائی تھیں۔ چہرے سے اس مسجد کی تعمیر کی۔ اور پورے طرہ مسجد کو بڑھایا۔ اسی تعمیر میں مسئلہ نے چار

(۸) اذان صبح میں لوگوں کو خبردار کر نیکی کے لیے علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح اور دو تہ کبار و میان اذان و اقامت کی بہتر ہے۔

(۹) دو ستر اوقات میں کروہی گرامہ یوسف کتبہ میں امیر گوشتے لئے الشہاد علیک یا اے میری رحمت اللہ وبرکاتہی علی الشہادۃ حی علی الفلاح۔ حکمت تدکبنا اونی ہر گرامہ بخدا اس کی محبت نہ ہیں کیونکہ امیر غریب نماز میں سب برابر ہیں

(۱۰) درمیان اذان و اقامت کی بیچے جانے چاہیے کہ فصل ہو جائے یا شہادۃ و مغرب مگر گرامہ ابو حنیفہ کے دونوں شاکر دالو یوسف و محمد اس سے مخالفت کرتے ہیں۔

یہ مختصر احکام چنے کتاب ہدایہ سے نقل کیے ہیں جو بنایت مستند کتاب ہے میں
(۱۱) اور فقہ رحمانی میں ہے جو غنی فقہ کی کتاب ہر فی کتاب السعادات فی معارف العبادات

چون اشہدان محمد رسول اللہ بشنو دو گوید علی اللہ علیک رسول اللہ چون دوم بار بشنو دو گوید قرۃ یعنی یا رسول اللہ دو دو زنگشت راہریم الدواہین دعا بخواند اللہ متعنی یا السمع والبصر

(۱۲) فقہ شیعہ میں بلا اختلاف بخو قہ نماز کی واسطے چو لکھا ہوا تھا افراد ہو۔ یا جماعت عورت ہو۔ یا مرد اذان و اقامت کہنا سنت ہے۔ مگر عورت کی اذان آہستہ ہوگی

(۱۳) ترجیح کروہ بلکہ حرام ہے۔

۵۵۵ وہ وہ ۹۰ شیعہ کو کوئی تعلق نہیں ہے نہ گھومنا ہے نہ چکر لگانا نہ چاہا ہے۔ نہ تھکنا۔ دائر میں پھرنے سے کوئی سروکار نہیں صرف قبلہ رو کہہ ہو کر باواز بلند کیے۔ اور فقرات اذان میں وقفہ دینا جا

یہی اصل اذان رسول اللہ ہے۔

اور آخری ترکیب فقہ رحمانی سے لکھی گئی وہ خود دوسرے فرقہ کے نزدیک بھی بے اصل غرض جیسے اردنی ایجاد

کلمۃ اذان

صومعہ۔ منکذہ۔ منارہ

ہدایہ میں یہ حکم لکھا ہے کہ مؤذن اگر صومعہ میں چکر لگائے تو بہتر ہے۔ سپر حاشیہ چکر لگایا ہے کہ صومعہ اصل میں رہیہ انوکھے عبادت خانہ کو کہتے ہیں جہاں لاہب لوگ رہا کرتے ہیں مسلمانوں نے انہیں بلکہ حنفیوں نے نام اپنی اوس جگہ کیلئے انتخاب کیا ہے جو اذان دینے کی واسطے بنا رہا یا جاتا ہے۔ اور دوسرا ایک جگہ

اسکا واقعہ بطور اجمال یہ ہے کہ باذان بادشاہین جب اسلام لایا تو اس کے ساتھ اور رعایا میں بھی اسلام لائے جن میں یہ اسود غنسی بھی شامل تھا۔ اسکا نام عبید بن کعب تھا اور ذوالخار بھی کہتے ہیں شعبہ بنی اور کہانت میں یہ طوی رکھتا تھا باذان بادشاہ کے مرنے پر جناب رسالت ﷺ کو چند خصوصیتیں سنایا۔ اور ہر حصہ پر ایک ایک صحابی کو عامل مقرر کیا۔ اور معاذ بن جبل کو بطور گرد اور مقرر کیا کہ ہر جگہ دورہ کریں اور احکام دینی کی تعلیم کیے ہیں جب حضرت عیسیٰ مرنے اور آپ کی ناخوشی مرنے کی خبر شہر ہوئی۔ تو اس عبید بنی نے ملک میں کہیں جہاں اسکی سکونت تھی۔ دعویٰ نبوت کیا۔ اور اپنے شعبہ کے کہانت کے زور سے بہت سے لوگوں کو بہکایا۔ یہاں تک کہ قیس بن عبدغوث بھی جو رسوا نامدار سے تھا اسلام سے مخوف ہو کر اسکا سپہ سالار بنایا۔

اسلام کی طرف سے بادشاہین یا ذان کا پیشا شہر نام صغ آر ہو جس میں فتح اسود کے پلے نام قرار پائی اور معاذ بن جبل نے فرار میں متعلق دیکھی مگر ملک میں سے باہر نکلے بلکہ وہیں روپوش ہو گئے۔ حضرت کعب یہ معلوم ہوا تو اپنے چند انس و ملوک و رعایا کو آسمین فیروز دلی بھی تھے اسنے اس ملعون کا قصد سازش اسکی زوجہ کے تمام کیا۔ اور اسکی قلعہ پر اذان منج و گئی جس میں آواز بلند اشدھل ان عبیدہ کذاب کی صدا بلند ہوئی اسود غنسی کا تسلط میں میں میں ہمیدہ رہا۔ اور اسکی قتل کی خبر حضرت نے آخریام حیات میں دی تھی بذریعہ وحی کے گویا ہری خبر اس فتح و فیروزی کی زمانہ خلافت خلیفہ اول میں آئی جو ایک طرح کا شگون مبارک کہہ سکتا۔

یہ غیر اذان کا محض صبح کی وقت ہوا تھا جو درحقیقت کوئی تغیر نہ تھا بلکہ ایک نعرہ خوشی تھا جو حضرت کی رسالت پر اواسے شہادت کے ساتھ یہ صدا بھی بلند ہوئی جس سے اسود غنسی کے ہر ایمان و پیروان قلعہ کی حفاظت سے دست بردار ہوا اور یہ قلعہ مع لواحق و توابع مالک محروسہ اسلام میں داخل ہوا

دورہ خلافت خلیفہ اول

اس خلافت کا زمانہ چونکہ بہت ہی قلیل ہے کہ دو ڈھائی برس میں طے ہو گیا لہذا احکام شریعت پر اسکا اثر کم پڑا ہم اذان ایسی چیز بھی اسکے اثر سے خالی نہ رہی۔

دوسرا تغیر

نامہ رسول اللہ ﷺ کا لہذا جب اذان سے فاعل ہوں تو خدمت رسول اللہ میں اگر

صومعہ (گھر کے اندر) بنوایا تھا چار طرف اذان دینے کیلئے اس میں چار دروازے تھے عمارت کو عبد العزیز بن مروان نے مشرق میں تو بنوایا اور بحکم طرف بڑھا کر نئے سرے تعمیر کیا۔

پھر مشرق میں بحکم ولید بن یزید بن عبد الملک بنی گئی۔

پھر مشرق میں قزوین شریک نے بحکم ولید بن یزید بنوایا۔

اور مشرق میں محراب علی بن ابی طالب بنی قائم کی گئی اور سمت قبائحہ دہلی جانی کیا گیا کیونکہ اس میں عبد العزیز بن عبد الملک بنی چھوڑا۔ دوسرے عالم تھے اور گجراتی زبان میں تھا کہ قبا کے دہلی جانب کچھ خور ہو کر نارتھ بنی جائے۔

محراب

مسجد میں ابتدا ایجاد سے محض ایک سادہ طور کے مکان پر جو میں جن میں کوئی زینت کی جاتی تھی نقش و نگار تھا۔ محراب تھا۔ بنار۔ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں جب مسجد رسول بہ اہتمام عمر بن عبد العزیز تعمیر ہوئی جو بننے کے گورنر تھے اور غریب وقت کے بھیجے تو انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ مسجد نبوی میں محراب موجود بنایا۔ اور اوس کے بعد سے اس کی تقلید تمام مسجدیں بننے لگی حسن الحاضرہ صفحہ ۱۳۵

محراب اور بنار جو بنام صومعہ معروف ہے بنی امیہ کے اصناف سے ہے جو غالباً مالک شام سے تھک لائے ہیں اور تمام اہل اسلام میں اس کی تقلید کی۔

یہ ہنگام مختصر طور پر صورت اذان۔ اور نگار سے دینار و محراب کی اپنے زیارت فرمائی جس کے تفصیلی حالات کچھ آئندہ بھی ظاہر ہوں گے۔ اب دوسری رنگ آمیزیان ملاحظہ فرمائے کہ ناز کے انقلاب نے کس کس قسم کا انقلاب خاص اس اذان کے متعلق دکھایا ہے۔

تغییرات اذان

اس اذان کا سلسلہ میں عنوان شرعی ہوا تھا یا محمد بن رسول اللہ ایک لفظ پر قائم رہا مگر بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس میں انقلاب آیا اس کے اذان بھی اسی طرز میں بنی ہو گیا۔

پہلا تغیر

اوسے روز شروع ہوا جو اسلامی انقلاب کا پہلا روز ہے یعنی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قبل یا اوسے روز تغیر ہوا کہ کائنات اس وقت غنی ہو رہی تھی حضرت مدنی فوت ہوا تھا اس کے قبل صبح کی اذان میں بعد شہدائے محمد رسول اللہ اضافہ کیا۔ اس شہدائے عیسیٰ کے ذاب۔

یہ قصہ نہایت ہی طولانی ہے اور چند وجوہوں سے یہ قصہ اذان میں پیش کیا جاتا ہے جس سے خلفاء پر الزام آتے ہیں کہ چونکہ خلیفہ دوم نے بجا مالِ حقانیت خواہ بلحاظِ دوستی مالک بن نویرہ بہت کچھ زور مارا کہ خلیفہ اول کی سطحِ خالد کو بقصاص مالک قتل کریں یا عوض جرم نہ مانگسے کرہ بن۔ بلحاظِ مصلحت ملک بن نویرہ پر قناعت کریں مگر خلیفہ اول نے ایسا نہ سنی اور خالد بن ولید کو مقتول ترقیان دیتے رہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ دوم کی خلافت کا زمانہ یا خلیفہ نے پہلا کام ہی کیا کہ خالد کو سپہ سالاری ملک دوم و شام سے معزول کیا اور جن قیدیوں کو خالد لے کر لائے وہ اس کیلئے ہائیک کہ حد و دستہ سے دو عورتیں منکا کر اگلے سال شہر یرون کو اس کی گھنٹیں۔

چوتھا تغیر یہ کہ اس دورہ خلافت سے برصغیر کثیر المال المسلمون غیر من النعم کی نہ ٹھہری مگر اس روایت بن خلیفہ کا اس باب میں کوئی ذکر نہیں لہذا اسکی تفصیل درج کیے خلافت دوم میں کیونکہ

دورہ خلافت دوم

یہ دورہ جس طرح بہت سے واقعات عجیبہ وغریب میں یادگار بنا جاتا ہے بالخصوص تبرہم قبیح احکام شریعت نبوی میں بھی مشہور و زنگین ہے۔ کیونکہ ابوابِ نقد سے کوئی باب ایسا نہ ملے گا جس میں حضرت فاروق کی راس نہ بقابلہ حکم خدا و رسول نہ آئے کیا ہو جنسوں صا اذان میں تو وہ حدیثیں ہوئیں نہ آج تک یادگار ہیں۔

یا پانچواں تغیر

جو دو برس پیش تر سے جاری تھا کہ مؤذن بعد اذان دربار خلافت میں اکر اللہ سلام علیک یا یا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح عرض کرتا تھا اور ہمیں حضرت فاروق نے لقب امیر المومنین اختیار کر کے بعد یہ اضافہ کیا کہ میر حمات اللہ بھی کہا کہ۔ مگر بعض قائل ہیں کہ یہ اضافہ حضرت عثمان کے پائے نام پر۔ اور سوقت سے یہ دستور خلفائے بنی امیہ و بنی عباس تک جاری رہا۔

یہاں ایک دوسری روایت بھی منقول ہے کہ جو بالکل نیکمناقص خبر فیاضہ و دالمنافحتہ روایتِ کلبی گئی ہے کہ حضرت عمر جب وار دیکر ہو تو موزن اکر کہا الصلوٰۃ یا امیر المومنین حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح جسے خلیفہ نے فرمایا اسی کو تخریج کیا تو مجنون ہے کہ یہاں تو نے نہ تحقیق عجیب صحت

عرض کریں المسلام علیہا یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوۃ یرحمہ اللہ
مگر حضرت ابوبکر کے عہد میں یہ قاعدہ اس صورت سے بدل گیا کہ بعد اذان اگر عرض کرے المسک
علیہا یا خلیفۃ رسول اللہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح سیرۃ حلبیہ میں جو کہ بعض
علمائے کہا ہے یہی دعوت ہے کہ درمیان اذان و اقامت کے موذن و روازہ امیر پرائے اور کہے
حی علی الصلوۃ اور بعض علمائے قائل ہیں کہ اس دعوت کا احداث بعد دعویہ:

تیسرا فقیر

اسی عہد خلافت میں یہ ہوا کہ مطابق اہل قانون اسلام اذان کا سننا کسی جی سے ہو اس کے
اسلام کی علامت تھی کہ حکم اسلام اور سپر جاری ہوتا اور نیکو خون اور نیکو مال اور نیکو اہل و عیال سب
ان میں رہتے اور اون سے جنگ نہ کی جاتی۔ مگر خالد بن ولید نے جو سپہ سالار خلیفہ اول تھے۔ اس قانون
کو توڑ دیا جس نیتی سے اذان کی آواز میں چلے تھے اور جن مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھ چکے تھے۔ اپنی
خواہشیں باطل کیلئے ان مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔

تھیں۔ اس کی بالاجہال یہ ہے کہ خلافت خلیفہ اول کی دعوت میں روز اس مینا در تمام عرب میں بغاوت
پیدا ہوئی کہ اگر خاندان رسالت سے خلافت نکال لیگی تو ہم لوگوں کے رہتے کیونکر خلیفہ ہو سکتے ہیں۔
حالانکہ اگر خاندان ہمیشہ معزز رہتا چلا آیا ہے۔ اسی مینا در زکوۃ دینے سے اکثر دن نے انکار کیا اور اسی
خلیفہ اول سے یہ بخون ہوئے۔

اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولید مامور ہوئے جو ایک مشہور بہادر تھے خلیفہ نے
انکو وصیت کی کہ جہاں اذان کی آواز سننا وہاں کچھ لوگوں کو مارا دینا اُن سے متعز نہ ہونا۔ مگر خالد نے
اس پر ہمت نہ کیا کہ ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا اور انکی سورتوں بچہ نکو قیہ کیا اور یہ بتوں کو زندہ
جلوایا۔ تاکہ بسلطنت بخوبی بیٹھ جائے۔

حکم اذان کی پابندی میں بالخصوص مالک بن نویرہ کا نام لیا جاتا ہے جہاں حضرت بو قتادہ انصاری
اور عبداللہ بن عمر نے خود گواہی دی تھی کہ میں نے ان لوگوں کو اذان دینے سنا ہے۔ مگر خالد چو کہ ابتدا
موجبہ مالک بن نویرہ پر عاشق تھے ان سب گواہوں کو بالائے طاق رکھ کر مالک کی گردن زنی کا حکم
دیا۔ اور اسی شب کو زہبہ مالک بن نویرہ پر صرف ہوا جو کسب طرح جائز نہ تھا۔

کیونکہ حضرت عبداللہ بن رسول اللہ نے جب حضرت علی کو اپنا جانشین کرنا چاہا۔ تو حکم رسول بلال موزن نے اسی جگہ سے بلوندا دی بھی کئی علی خیر اعلیٰ کہ تین علی پر آمادہ ہو جاوے جس سے معلوم ہوا یہ جگہ اذان میں اس واقعہ کا یاد دلانے والا ہے جسکے شانے کی کوشش اوسکے فریق مخالف پر لازم ہے۔ یہی وہ اس جگہ کی تبدیلی ایک ایسے جگہ سے کی گئی جس سے وہ جگہ بالکل محسوس ہو جائے۔ (جب اسیر ملاحظہ ہو)

ساتواں تغیر

یہ ہے کہ جناب خلیفہ دوم نے اذان صبح میں کلمہ الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا جیسا کہ مولا امام مالک میں ہے کہ موزن آیا عمر کے پاس تاکہ تاکے لئے پکارے موزن نے اوکو سوتا پایا کہ کہا الصلوات خیر من النوم اسیر حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس جگہ کو داخل اذان صبح کرو۔ تختیج عجب صحت اسی روایت کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مذہب فاروقی میں داخل کیا ہے اور شکوہ غم میں بھی یہی روایت لی گئی ہے یہاں تک کہ خود حضرت عمر نے اس لفظ بدعت و احداث بھی یاد کیا کمزرا اعمال میں ہے عن ابن جریر قال اخبرنی عمر بن حفص ان تسعدا اول من قال الصلوٰۃ خیر من النوم في خلافة عمر فقال عمر بدعة شعتره فان بلالا لم يوزن لعمر الا يصح عن ابن جریر قال اخبرنی حسن بن مسلم ان رجلا سال طاوسا عن قول الصلوٰۃ خیر من النوم فقال طاوس اما انها لم يقل علم عمر رسول الله ولكن بلالا وقد سمعها في زمان ابی بکر بعد وفاة رسول الله يقولها رجل غير موزن فاخذها منه فاذن بها فلم يكت ابوبکر الا قليلا حتى اذا كان عمر فقال لو ندينها لالا عن هذا الذي احدث وكانته نسيه فاذن به الناس حتى اليوم پہلی روایت یہ ہے ابن جریر سے کہ تسعد اول شخص ہیں جس نے اذان میں کہا الصلوٰۃ خیر من النوم۔ زمانہ خلافت عمر اور سپر خلیفہ نے کہا یہ تو بدعت ہے پس ترک کیا کیونکہ بلال نے بھی زمانہ عمر اذان نہیں کہی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ کسی نے طاوس سے پوچھا الصلوٰۃ خیر من النوم کی کسے ابتدا ہوئی۔ تو جواب دیا کہ زمانہ رسالت اب تو ہرگز یہ جگہ نہیں کہا گیا مگر زمانہ ابوبکر ایک شخص جو موزن نہ تھا اوسنے یہ حکم کیا۔ بلال نے سیکھ لیا اور اپنے اذان میں کہتا

کان یوزن بالصبح فبقول جی علی خیل العسل۔ اور کتاب لغایہ شرح الہدیہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

(۴) تعجب ہے کہ آپ پہلی کی روایت بھی نقل کرتے ہیں اور پھر یہ قول کہ اسکی رعایت ثابت نہیں مگر معلوم دونوں میں کوئی نا جملہ صحیح ہے۔

(۵) زمینی نے اگر کشف رجال کا حکم دیا تو اسکی تعمیل کرنا چاہئے نہ یہ کہ بلا کشف ایک طرف حکم صادر کر دیا جائے۔

(۶) جبکہ بہت سی روایتوں میں صفات صاف موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ کہنا اذان میں یہ جملہ فرمایا کرتے تو آپ کا یہ لکھا کہ ابن عمر نے کبھی نہ کہا کیونکہ درست ہو سکتا ہے۔

(۷) یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ دوسرے صحابی منقول نہیں کیونکہ بروایت ابن حرمم امام بھی اذان میں جی علی خیر العمل کہا کرتے جو صحابی تھے۔ اور خود بلال نے اس جملہ سے اذان دی۔ اور حضرت امام زین العابدین بھی جی علی خیر العمل کہتے تھے جسکے نسبت فرمایا کرتے ہیں اذان اول ہے۔ سب روایتیں آپ ہی کے یہاں کی ہیں نہ کسی دوسرے فریق کی۔ پس گو حضرت امام زین العابدین صحابی نہ تھے مگر تابعین سے تو ہیں جنکا قول مقبول ہے۔

(۸) حرام نہ جاننا اور کر وہ جاننا بھی ببقاعد ہے۔ کیونکہ حرمت پر تو حضرت فاروق کے قول کو آپ سبذامیش کر سکتے ہیں بخلاف کراہت کے جسکی سند ثابت قول خدا و رسول سے لائے گئے ہیں نہ قول صحابی سے صرف نووی کے قول سے کیا ہو سکتا ہے جو ایک معمولی درجہ کے عالم تھے۔

اگرچہ یہ مسئلہ اس قبیل سے ہے کہ فریقین کے مضاف میں اس سے بحث کی گئی ہے اور ایضاً علوم ہر گاہ کہ بحیثیت علی بھی اس جملہ پر بہت سی خوریزبان ہوئیں کیونکہ یہ جملہ خاص فرقہ ہونے کی علامت قرار پائی ہے۔ مگر بحیثیت مورخ یہاں اسبقدر لکھنا کافی ہے کہ اس اختلاف فریقین کی بنیاد اور حقیقت سے قرار پائی جبکہ خلیفہ دوم نے فرمایا یہ تین چیزیں عہد رسول میں جاری تھیں اب میں انکو حرام کرنا ہوا مقتداً متصلاً جی علی خیر العمل۔

اس جملہ کی خوبی اور معنی خیز ہونا اپنے اس سبب کو بھی ڈھونڈتا ہے جس سے خلیفہ دوم نے اس جملہ کی مانعت قرار پائی اور وہ حقیقت پہ لیکھل مصلح سے اسکی مافعت انکی پالیسی میں ضروری تھی

روایتوں سے کوئی شبہ پیدا ہو کہ روایت امام مالک کی معارض میں ہے تو ہم جواب دینگے کہ حضرت عمر کا حکم ابتدائی حکم تھا۔ بلکہ رسول اللہ سے سن چکے تھے تو اب حضرت عمر کو یہ مکررہ معلوم ہوا کہ یہ جملہ غیر موقع میں کیوں کہا جائے بلکہ اذان میں داخل کیا جائے یہی جواب دیا جیسا کہ علامہ سیوطی نے تین جواب اور دس میں جنگو مولوی عبدالحی صاحب درست نہیں جانتے۔ ایک یہ کہ شاید عمر کا اس جملہ کو اذان میں داخل کرنا حکم منجلیہ موافقات کے جو بعضی اذان بالون سے جو تین اکثر حضرت عمر نے خدا و رسول سے یا خدا و رسول نے حضرت عمر سے موافقت کی ہے۔ اسپر مولوی عبدالحی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ یہ جواب مردود ہے کیونکہ تو اور میں اتحاد وقت ضروری ہے۔ اور اس روایت میں تو یہ بیان ہے کہ زمانہ خلافت عمر یہ واقعہ پیش آیا کہ موزن نے اگر اصلو کے خایر میں النوم کہا پھر تو اور کیوں کر ہو سکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ شاید عمر کو روایت ابو محذورہ نہ ہو چکی تھی لہذا عمر نے اپنے اجتہاد سے حکم دیا مگر بعد انکا اجتہاد اور رض رسول مطابق ہو گیا۔ تیسرے یہ بھی احتمال ہے کہ عمر نے سنا ہو مگر بھول گئے کبچہ نیند میں آکر موزن نے چو نکایا اور یہ یہ جملہ کہا تو عمر کو یاد ہو گیا کہ جملہ تو جو اذان تھا لہذا حکم دیا کہ داخل اذان کیا جائے۔ اسپر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں احتمال بھی بعید ہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ یہ جملہ عہد نبوی میں متروک ہو چکا تھا اور بعد وفات بھی حضرت کے یہ جملہ متروک اچالا نکلا میسا نہیں ہے۔ اس تقریر کی حقیقت کہاں تک راستی کا پیرا یہ کھتی ہے۔ روایات صدر سے ظاہر ہے کیونکہ ابھی کنز العمال کی روایت سے معلوم ہوا کہ خود خلیفہ دوم نے اسکو بدعت کا لقب دیا ہے۔ اور طحاوی والی روایت میں توصیف صاف مرقوم ہے کہ عبد رسول میں کسی نے یہ جملہ نہیں سنا تھا۔ یہی سبب ہے کہ صحیح مسلم میں جو روایت اذان مسنون کی خود خلیفہ دوم سے منقول ہے اور ہمیں اس جملہ کا وجود نہیں بلکہ امام شافعی لکھتے ہیں کہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ جملہ اذان مسنون میں داخل ہو بلکہ تلوح شرح صحیح بخاری میں محمد بن حسن کا قول لکھا ہے کہ ثوب در اصل اذان و اتفاق کے درمیان میں تھا کہ لوگوں نے یہ بدعت کی کہ داخل اذان کر دیا کہ یہ کہ ثوب

م شروع کیا۔ زمانہ ابوبکر تو قلیل تھا۔ عرب غلیظ ہوئے تو کہا کاش ہم منع کرتے بلال کہ اس جملے سے جو نواصات ہے۔ مگر شاید بھول گئے جسکے بعد سے یہ جملہ آجنگ جاری رہا۔

ان روایتوں کے ایجاد کی عرصہ صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ یہ طریق حضرت بلال کی زبانی اس جملہ کا داخل ہونا ثابت کریں۔ گو بعد وفات رسول اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر اس مقصد میں کامیابی اسوجہ سے نہیں ہو سکتی کہ تمامی محدثین و مورخین نے یہ بیان کیا ہے بلال نے کسی غلیظ کے زمانہ میں اذان نہیں کہی تو اس جملہ کی نسبت او کی طرف کیونکر ہو سکتی ہے۔ شب اسپہ پرتی کی گئی کہ الصلوٰۃ خیر من النوم کی اجازت خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ بلال نے یاسعد نے حضرت کو وقت صبح عالم خواب میں پا کر یہ جملہ کہا جس پر حضرت نے فرمایا کیا خوب یہ جملہ ہے اے بلال اسکو اذان میں داخل کر دو۔ اسی جملہ سے صاحب کتاب لائق اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ زیادتی مستحب ہے۔!

ان روایتوں کو جب کچھ کر بڑا دیکھا تو امام سنائی نے یہ حدیث نکالی کہ ابو مذرہ کہتے ہیں ہم جو اذان دیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صبح کی اذان میں صبحی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے اور ابو داؤد نے تو خود رسول کے تعلیم کی روایت پیش کی ہے کہ حضرت شیخ طبرانی نے تعلیم دی تھی کہ صبح اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرے۔ ان روایتوں کی ضرورت شاید اس سبب پیدا ہوئی کہ بلال والی سابق روایت کو امام ہی نے مرسل قرار دیا ہو۔ اور شیخ نقی الدین اسکے راویوں کی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مسلمان نہ تھے تو وہ مجہول ہوئے ۹

یہ سب بندشیں گو ایک گونہ مطمئن کرنے والی تھیں کہ اس بند و بست سے یہ جملہ بھی اذان میں حکم رسول داخل ہوتا ہے مگر موطا امام مالک وانی روایت جو شروع میں لکھی گئی ہے ان سب حسن و خاشاک پر چونکہ آتش سوزن کا کام دیتی تھی۔ لہذا تعجب طبع کی کھنڈ بلی پیدا ہوئی کیونکہ اسکی عظمت و جلالت صحاح سہ سے بھی بڑا ہے جس سے نہ اسکے غیر معنی ہو نہ کاجاد و چل سکتا ہے۔ نہ اور کوئی ترکیب۔ لہذا مولوی عبدالحی صاحب فرماتے ہیں وہ اگر تجھے ابن

اسلئے بحضرت امام عظیم اس جملہ کو داخل اذان قرار دیا نہ خارج اس سے جبکہ لئے یہ کارروائی
بھی نہایت مناسب ہوئی کہ خود امام عظیم کے بعض فتویٰ بھی اس بار میں نکال رکھے۔ جو آئے
وقت بہت کام دینا کہ ہم کیسے طرح امام عظیم کی مخالفت نہیں کرتے۔

مگر سب سے زیادہ حیرت خیز یہ امر ہے کہ جس طرح امام عظیم کے متناقض فتویٰ اس مادہ میں پیش کیے جاتے
ہیں اور سیطرح خلیفہ دوم کے بھی تو متناقض حکم اس مادہ میں موجود ہیں کیونکہ کنز العمال کی روایتوں
سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ دوم نے اسکو منع کرنا چاہا مگر شاید بھول گئے۔ پھر کیا وہی خواجہ
ایک حکم پر عمل کیا آیا اور دوسرا حکم متروک قرار پایا۔

اسی متناقض کے حکم میں وہ سب روایتیں بھی داخل ہیں جن میں یہ کوششیں کی گئی ہیں کہ سیطرح
اس سلسلہ کے روایتوں میں ایک ایک پر ہوا کہیں جو ایک امر ناممکن کی کوشش تھی۔

یہی باعث ہے کہ آگے چلے جی دو لون حلیہ روحی علی خیر العمل اور ”الصلوۃ
خیر من الصوم“ بے بیماری یا انگلیش جملہ قرار پائے جس سے صدمہ نہیں بلکہ مزہ و نسی فی الخ
السانی کا خون ہوا۔ اور عام غور و زری کے طوفان میں اسے باوند کا کام دیا جسکی تفصیل میں مذکور ہوگی۔

بیان سے مولوی عبداللہ صاحب کا وہ شبہ دفع ہو گیا جو دوبارہ جی علی خیر العمل فرمایا تھا
کہ صحاح و مسانید و سنن میں یہ جملہ کون نہیں دج ہوا کیونکہ یہی اعتراض اس جملہ الصلوۃ
خیر من الصوم پر بھی وارد ہوتا ہے جو صحیح مسلم کی اذان میں بھی نہیں مذکور ہے حالانکہ خود
حضرت عمرؓ یہ روایت لکھی ہے اور وہی اس جملہ کے موجب و مرجع ہیں۔

تیسرا اور چوتھا مسئلہ

جس طرح جملہ اصول سیاست میں وفاق و اتحاد بین سلطنت عرب میں با تمام پر اور سیطرح احکام شریعت
و قوانین ملت میں بہت کچھ مشہور و نامور ہے۔ اسلئے اذان کو کیونکر اس انقلاب سے محفوظ رکھ سکتا تھا
اسلئے ان تغیرات

پر ہوا کہ خلیفہ مسوم نے ان تغیرات کو غیر کافی سمجھ کر یہ اضافہ کیا کہ ہمارے جملہ جو قدیم الامام سے ایک
اذان جاری تھی۔ اور دوسری اذان اور بڑھادی جو اذان اول کے نام سے تھی یہی

قدیم یہ تھا کہ بعد اذان الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کہ اگر میں نگوں تو میں نے اب اس کو داخل اذان کر دیا اور موطا محمد بن حسن میں بھی یہی مضمون ہے کہ اہل میں بعد فراغ اذان الصلوٰۃ خیر من النوم کی نذر دیا جاتی تھی گو گوئے جگانے کے لئے نہ کہ اذان میں داخل کریں اس مضمون کی تین روایتیں مولوی عبدالحی صاحب نے بھی دوسری کتابوں سے جمع کی ہیں اور ان کو قبول کیا ہے۔

(۱) بنیاد شریعہ میں ہے کہ مصنف نے تنویہ قدیم کو نہیں بیان کیا اور اصل میں تنویہ یہ ہے کہ بعد اذان صبح کہیں الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ

(۲) محیط میں ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النوم کو بعد اذان کہیں نہ اصل اذان میں۔ اور یہی مختار ابو بکر بن فضل بخاری ہے

(۳) کافی میں ہے کہ تنویہ قدیم یہ تھا کہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جا بعد اذان کے دیکھتے تھے عجیب مولوی عبدالحی صاحب نے شرح وقایہ میں بھی امام محمد کا ایک قول ایسا ہی نقل کیا ہے صفحہ ۱۶۵ ان روایتوں پر اگرچہ اس عمل نہیں ہے۔ مگر اس سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ جزو اذان حکم رسول اللہ نہیں تھا بلکہ سلطیح اپنے عہد میں خلیفہ دوم نے باختیار خود اس کو جزو اذان بنانا چاہا تھا اس سلطیح امام ابو حنیفہ صاحب نے باجہا خود اسکا اصرار بعد اذان رکھا اگر اذان بھی اپنی حد پر کچھ باقی ہے جو حکم خلیفہ بھی معطل ہو بعد اذان کے دیگر علمائے اوسط طریقہ کو پسند کیا جو بیچ میں قائم کیا گیا تھا۔

ہاں جن مقدس علمائے اہل کوشش کی ہے کہ سلطیح اس جگہ کو سنت نبوی قرار دین میں میں مولیٰ عبدالحی صاحب بھی داخل ہیں وہ ایک ایسی خطرناک حالت میں ہیں کہ سلطیح سے مستحق نفاذ نہیں رہتے نہ قابل قدر کیونکہ نہ انہوں نے خدا و رسول کو راہی کیا جو سلطیح اس کے مجوز نہیں نہ خلیفہ کو جس سے اس قسم کے دینی اختیارات سلب کیے۔ حالانکہ وہ باختیار خاص اس کے موجود تھے اور نہایت آزادی سے اس کو بدعت بھی فرماتے جیسا کہ تراویح کے بار میں بھی فہم البدعت کا لقب دے چکے ہیں۔ اور انہوں نے امام اعظم کو راہی کیا جو اس کو بعد اذان مناسب سمجھتے ہیں جزو اذان الیہ متاخرین علمائے اہل قدرتہ شامی بیت ہی قابل قدر ہے کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے جو امام مذہب ابو حنیفہ کا منصب میں فاریق ہے کہ بمقابلہ حکم خلیفہ دوم کسی عالم بعد حکم کوئی وزن نہیں رکھتا۔

شخص ہوتا تھا۔

اور جو دوسری اذان عہد رسول اللہ سے جاری تھی اوہیں یہ اضافہ کیا کہ چلے بن آدمی ملکر اذان دیتے تھے۔ اب بہت سے مؤذنون کو اوہیں شامل کر دیا۔ دیکھو شرح وقایہ صفحہ ۲۰
مگر کتاب ہدایہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اذانوں کو مجمع کثیر کے ساتھ پونا چاہئے بلانفقہ بقا اسکے کہ کس اذان میں کتنی تعداد ہونی چاہئے۔ واذ اذان الموذنون الاذان الاول واذ اصعد الاصام المنبر وجلس واذن الموذنون بین یدین المنبر صفحہ ۱۸۱

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کو جماعت کثیرہ ملکر انجام دیں۔ یہ اختراع شاید بہ اجتہاد امام اعظم ہے۔ ورنہ ہشام نے تو سنن دوسری ہی اذان میں افراد کثیرہ مؤذنین کا اضافہ کیا تھا۔ اسکی وجہ سے علامہ ربیع فرماتے ہیں کہ یہ اذان (مجمع والی) جو ہمارے دیار میں بہ اذان جوق مشہور ہے اسکے باب میں کوئی رض نہیں مانی۔ شافعی کہتے ہیں اس مجمع والی اذان کو خطیب کے رو برو ہونا چاہئے۔ اسکے استحباب و کراہت میں بھی اختلاف کیا گیا ہے صاحب بدائع کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں خطیب کے رو برو والی اذان بھی بدعت حسنہ ہوگی اب دوسری اذان کے بارے میں سننے جو عہد رسول کی بھی ایک اذان ہے۔ اسے مروی علی صاحب حاشیہ چرہائے ہیں خطبہ کا بالائے عہد مؤذنت قدیم ہے (۱) مگر یہ بدعت قبیح ہے جو بطور حادث جاری ہو کہ خطیب پچھلے خطبہ کے بعد عہد کے دوسرے زینہ پر آجاتا ہے پھر ٹھپک کر اوپر چڑھتا ہے جسکی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ بدعت ہے (۲) امام کا ممبر چڑھتے وقت سلام کرنا بھی بدعت ہے مگر بعض احادیث میں حکم وارد ہے جسکو زہبی وغیرہ نے تفصیل لکھا ہے کہ ضعیف ہے (مگر صحیح وہ ہے جو محتاج شیعہ ہے) (۳) امام ابو حنیفہ نے خطبہ کو فارسی میں پڑھنا جائز کہا ہے۔ مگر

یہ جاننا چاہئے یاد آجاتی ہے جو سورہ کوثر کی شان نزول میں اکثر تفسیر لکھتے تو انجین میں بھی مرقوم ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جاری کیا تو سب نے پڑھ لیا اور کوثر میں جسکی تفسیر سلطانی میرے کی گئی ہے کہ کوثر کو گ کہ اس کی ہر کہیں بالائے ہر کہیں او نہیں لوگوں کے اہل سے میں جگے بارے میں وہ خواب دیکھا یا گیا علیہ تعجب کہ نہ حنفی کے روئے اللہ اکبر کا ترجمہ فارسی میں کر کے ناز میں کھنا جائز ہو اسطرح دوسرے اذکار کا تو ہم

مروئی صاحب
میں کوثر کی حالت
نہایت میں ہے

یہ قول حضرت عثمان کا بلا اختلاف اوکے اولیات میں داخل کیا گیا ہے جسکے لئے تیسری نظر سے ابھی تک کوئی نبی روایت نہیں گذری جس میں یہ کھایا گیا ہو کہ عہد رسول میں بھی ایسا ہوا ہو جیسا کہ سابقہ روایت میں اس قسم کا اشتباہ ڈالا گیا ہے اور متناقض روایتیں بنائی گئیں جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایک ہی مضمون والی روایت صحیح ہوگی اور دوسری ضعیفی ہوگی کیونکہ اس خلاف کے اس قسم کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ بات بنائے تو ابھی بھٹک گئے۔

بالخصوص یہ اذان قبول کر لی گئی اور احکام فقہی میں اسکا حکم نافذ کر دیا گیا چنانچہ آیہ و شرح و تا وغیرہ کتب فقہیہ حنفیہ میں تصریح تمام اسکے احکام مذکور ہیں جس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور تمام جاری و ساری ہے گو علماء اہل حدیث اسکو ناجائز تصور کریں۔

مولوی عبدالحی صاحب شرح وقایہ میں لکھتے ہیں اپنے مذہب کی ایک مستند کتاب فن حدیث سنن ابوداؤد سے کہ عہد رسول اللہ سے تا زمانہ شیخین اذان جمعہ کا یہ قاعدہ تھا کہ امام جب منبر پر فرض خطبہ جائے اسوقت اذان شروع کیجائے مگر عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک تیسری اذان کی ایجاد کی جو زور (ایک بار بار دینے کا نام ہے) میں دیجاتی دوسری روایت بھی اسی مضمون کی ہے کہ جب رسول اللہ منبر پر بیٹھتے تو دروازہ مسجد پر ایک ہی اذان دیجاتی اور زمانہ شیخین تک یہی جاری رہا تیسری روایت میں بھی اسی مضمون ہے مگر اسقدر فرق ہے کہ حضرت کے زمانہ میں دروازہ مسجد پر نہیں اذان دیجاتی تھی بلکہ مینار پر۔ اور عثمان نے اپنے زمانہ میں ایک دوسری اذان ایجاد کی جو بمقام (زور) دیجاتی یہ سلسلہ دوسری اذان کا ہشام بن عبد الملک تک یوں میں جاری رہا مگر ہشام نے اپنے زمانہ خلافت میں اس پر بہرہ اٹھا دیا کہ بازار مدینہ والی اذان کو موقوف کر کے اسکو مینار پر مسجد کے قدام کیا جسکو مؤذن ایک ہی

لے کر شیعہ میں بلا اختلاف یہی قاعدہ جاری ہے کہ انجیل و عہد عیسیٰ منبر جانا ہے تو اذان دیجاتی ہے اسکے بعد چر کوئی اذان نہیں ہوتی اور اسکی تیسری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بعد عنہ تارہ بالاذان الثالث لان النبی ہر شرع للصلوة اذنا واقامة فالزيادة ثالث اومع صلوة اجمع وتارہ بالاذان الثاني والوجہ واضح وهو ما یطعن ثانیاً بالزمان اوالمکرمین میں یہی انجیل لانا الثانی بالاعتناء بالاحداث سوار وقع لہ بالزمان او ثانیاً ما حاشیہ شیعہ وقایہ ۱۲

کہ دوسری اذان دلوائی اب اونکے پیروں نے اسپر سیفد بدعتوں کی بھرا کر دی ہے
 بنیم فیضہ کہ سلطان ستم روادار دے۔ زندہ لشکر انش ہزار مرغ بسج پہی علت ہے کہ شایع اسلام
 بدعتوں کے بارے میں اسقدر تاکید فرمائی ہے کہ خبردار خبردار تم کوئی بدعت نہ کرنا کہ ہر قسم کی بدعت
 گمراہی ہے کہ حضرت کے بعد والے فرما رواؤں نے اسپر کچھ خیال نہ کیا اور اپنے دل سے ہزاروں
 باتیں اس قسم کی پیدا کیں جو بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص نے نیاسنا
 رواج قائم کرنا شروع کر دیا جس سے صلی سنت رسول اللہ (جیسا کہ مضمون حدیث ہی ہے کہ رواج
 بدعت سے سنت محو ہوتی ہے) تو متروک ہو گئی اور اوان بدعتوں نے اتنا رواج پایا کہ اب کسی طرح مٹا
 مٹ نہیں سکتیں۔

یہی سبب ہے کہ فرقہ اہل حدیث جو دہائی کھلاتے ہیں چہند اس بارے میں کوشش کر رہے ہیں مگر
 کوئی نتیجہ نہیں نکھٹا آبا کی رسم و رواج جیسے پشہا پشت گذری کسی طرح رفع ہوتی نہ حدیثیں مانی
 جاتی ہیں نہ قرآن نہ اقوال آئمہ دین یہی سبب ہے کہ فرقہ شیعہ میں ابتدا سے یہ قید رکھی گئی ہے کہ
 کسی طرح امور دینی میں نہ وہ روایتیں لی جائیں جو خاندان رسالت کے حلقہ سے خارج ہوں نہ
 ان احکام پر عمل کیا جاوے جو اس طریقہ سے باہر ہوں اگرچہ اوسکے جاری کرنے والے کیسے ہی گویا
 ہوں اسی کا اثر ہے کہ اس فرقہ کی اذان انکی نماز انکے کل افعال و اعمال مذہبی ایسے سادے
 طور پر پرتے جاتے ہیں کہ نہ انہیں کوئی بدعت پائی جاتی ہے نہ کوئی امر خلاف شرع جسکی اصلاح
 کی ضرورت اونسکے علماء دین کو پڑے اور عوام و خواص میں جنگ قائم ہو کہونکہ انکے آئمہ اثنا عشر
 علیہم السلام نے اس طرح انکی تعلیم کی ہے اور احکام شرعی کو سکھایا ہے کہ اس طرح کے اختلافات
 کی گنجائش ہی نہ رہی۔

نوان تغیر

بریناد اوس روایت کے ہے جو، السلام علیک ایہا النبیین حی علی الصلوٰۃ حی علی
 الفلاح، کی نسبت حضرت عثمان کی طرف کی گئی ہے۔ کہ اونکے حکم سے مؤذن بعد اذان کے
 مکان خلیفہ پر آتا اور یہ ندا دیتا جو اسکے بعد خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ تک
 یہی دستور جاری رہا۔ (دیکھو جو تغیر)۔

اولی ترک ہے) بسبب مخالفت رسول اللہ کے۔ (۴) مدینہ منورہ میں یہ بدعت جاری ہے کہ خطیب دوسرے خطیب میں صلوات کہتے وقت اپنے بائیں ہاتھ پھیرتے ہیں۔ چاہئے لوگوں کے روبرو چہرہ رہے (۵) بعض خطیب یہ بھی کرتے ہیں کہ خطیب میں وارضی عن عی بنیائک الحنۃ والعباس بڑھاتے ہیں جو خطبائے فاضلین (۶) یہ بدعت بھی کرتے ہیں کہ جب خطیب رسول اللہ کا یا صحابہ کا نام لیتا ہو تو مؤذن صحابہ کے حق میں رضی اللہ عنہم کا غل جاتے ہیں جو محض بدعت قبویہ ہے (۷) یہ بھی بدعت جاری ہے کہ خطیب ثانی میں یا درمیان میں دونوں خطیبوں کے یا خطیب اور نماز جمعہ کے درمیان میں نازب پڑھتے ہیں۔ جو مکروہ ہے خطیب کو ممانعت لازم ہے۔ (۸) امام کے خطبہ شروع کرتے وقت سے نامی نازنک کسی قسم کا کلام کرنا مکروہ ہے دینی ہو یا دنیوی یہاں تک کہ اذان ثانی کی اجابت یا دعا، وسیلہ کا پڑھنا اگر مولوی عبدالحی صاحب نے اس آخری بدعت سے اس بنیاد پر اختلاف کیا ہے کہ معاویہ سے اس فعل کا ہونا ثابت ہو اور کچھ شرح ہدایہ مخفی صفحہ ۴۸ شرح وقایہ صفحہ ۴

یہاں پر دو بدعتیں حاشیہ شرح وقایہ سے بھی لکھتا ہوں جو تجلیہ مولوی عبدالحی صاحب چھی پر کہ عشرہ کی تعداد پوری ہو جائے (۹) سنت یہ تھا کہ لوگ خطیب کے روبرو ٹھیکس خواہ وہ دہنی طرف ہو یا بائیں طرف مگر رسم یہ جاری ہو گیا ہے کہ لوگ قبلہ رو بیٹھتے ہیں اور خطیب میں عصا پر تکیہ کرنا سنت ہے مگر اس زمانہ کے خطیبوں نے یہ قاعدہ نکالا ہے کہ حیطہ نمازیں (اہل سنت) ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور سطح خطیب خطیب کھتے وقت ہاتھ باندھ لیتے ہیں حالانکہ چاہئے کہ اگر عصا وغیرہ ہاتھ میں ہو تو دونوں ہاتھ کھلے رہیں صفحہ ۲۰ شرح وقایہ (۱۱) یہ بھی بدعت ہے جو اکثر شہر و نہیں جاری ہے کہ دونوں اذانوں کے درمیان میں کھتے ہیں المصلوۃ الصلوۃ سنۃ رسول اللہ ﷺ جملہ احسان متقدمین و متاخرین دونوں سے خارج ہے شرح وقایہ صفحہ ۶۶ یہ کل کلام مولوی عبدالحی صاحب قرآنی محلی کے رسالہ وحواشی سے لیا گیا ہے۔

آن بدعتوں کے دیکھنے سے اچھی طرح اس حدیث کی تصدیق ہو جاتی ہے جو حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کل بدعة ضلالة کیونکہ آپ نے دیکھا حضرت عثمان نے ایک بدعت قائم کی تھی

ایک یہودی خدمت اذان پر مامور ہے جسے بجلی ہی شرط کر لی تھی کہ میں چلاؤں گھونگا جو میرے مذہب اور عقیدہ کے خلاف ہے۔

اس حدیث سے دوسرا فائدہ یہ نکلا کہ جو طریقہ شیعہوں کے یہاں اجازہ پیش نمازی کے بارے میں جاری ہے اور اس کا مطابق سنت ہونا ثابت ہوا کیونکہ عثمان ابن ابی العاص نے حضرت سے اسکی خواہش کی کہ مجھے کسی قوم کا امام مقرر کیجئے۔ تو اب جو لوگ برخلاف اسکے اقتدار میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتے اور ہر کس و نا کس کی اقتدار کر لیتے ہیں وہ اس سنت رسول کے خلاف کرتے ہیں۔

اس خلافت میں جہاں بہت سی سنتیں بدلی ہیں وہاں عیدین کے خطبہ میں بھی تغیر ہوا کہ قبل از نماز خطبہ ہونے لگا حالانکہ اسکے قبل عہد رسول تک بلکہ اسکے مابعد عیدین میں یہی دستور تھا کہ خطبہ بعد نماز ہوا کرتا تھا۔

اس خطبہ کے متعلق ایک یہ روایت بھی دیکھی گئی ہے کہ جو حصول خلافت عثمان جب خطبہ کئے منبر پر تشریف لگے تو ادنیٰ زبان بند ہو گئی اور عرب چھا گیا جس سے کہ خطبہ نہ کہہ سکے تب ہوا کھکھیر سے اور تر پڑے نہ کہ ابو بکر و عمر اس کام کیلئے پھلے سے تیار ہو رہے تھے اب گلو ایسے امام کی زیادہ ضرورت ہے جو بعدل و انصاف رفتار کرے نسبت اسکے کہ وہ بڑا خطیب ہو اور آئندہ گلو ایسے ہی خطبے سننے میں آئینگے۔

خلافت جناب امیر المومنین علیہ السلام

اکثر مومنین کے نزدیک جناب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو ایک زمانہ دو گیا ہے جو انکی خلافت بعض بعض ممالک اسلامیہ میں قبول کی گئی اسی وجہ سے جیسے بھی حضرت کا نام لیا۔ مگر اس عہد کے حال میں کوئی ایسا امر نہ ملا جسکو کوئی متنفذ بھی حضرت کے اولیات میں نہ تھا کہ یہ کہ حضرت کی خلافت کا زمانہ ابتدا سے انتہا تک اسی میں صرف ہوا کہ یہ طریقہ رسول کی مٹی ہوئی سنتیں اپنے اصلی مرکز پر آجادیں اور پچیس موقوف ہوں گے جو بیکار برس کی کارروائیاں ایسی ملکی نہیں کہ اس میں چار برس کی کوشش میں مٹ سکیں اچھی

دسوان تعمیر

یہ ہوا کہ حضرت عثمان کے زمانہ سے موزنون کا مشاہرہ مقرر ہوا۔ اسکے قبل اسکا کوئی دستور نہ تھا اسلئے جو اسکو اولیات حضرت عثمان میں شمار کیا ہے۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۰۱۶ حالانکہ موزنون کا مشاہرہ مقرر کرنا یا اسکو اجرت دینا یا اسکی اجرت لینا حکم رسول اللہ کے بالکل خلاف ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے۔

عثمان بن ابی العاص قال قلت
یا رسول اللہ جعلتہ امام قوم قال
انت امامہم وافتد باضعفہم و
اتخذ موزنًا لا یأخذ علی الاذان
اجرا امام الکلام صفحہ ۱۱

عثمان بن ابی العاص کہتا ہے کہ میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کسی قوم کا
امام بنا دیجئے تو حضرت نے فرمایا تو اون
کا امام ہے۔ جو سب سے ضعیف ہو اسکی
پیروی کر اور اس شخص کو موزنون مقرر

کرنا جو اذان کہتے پر اجرت مزدوری نہ لے۔

اس حدیث سے بصراحت معلوم ہوا کہ اذان کی اجرت لینا یا دینا حضرت کی مرضی اور
اجازت کے بالکل خلاف ہے۔ اور اگر حضرت عثمان نے اسکو نہ رائج کیا ہوتا تو آج تک شاید
وہی سنت رسول اللہ قائم رہتی۔ اور یہ خرابیاں پیدا نہ ہوتیں جو اس تعیین وظائف سے
مسجدیں خراب اور غیر آباد رہتی ہیں۔ کیونکہ جب بخیلیہ کا سبک اذان کی اجرت بھی حلال
و جائز ہو گئی تو ہر شخص اسکی خواہش ہونے لگی جہاں مسجد کے متعلق کوئی وقف تھا یا بانی
مسجد بموتول تھا وہاں موزنون مقرر ہوا وہاں یہ باتیں نہ ہوئیں وہ مسجدیں خیر آباد قرار پائیں
اگرچہ شیخین کے خود کبھی اذان نہ دینے سے اسکی وقعت میں بہت کمی ہو چکی تھی مگر موزنون
کی رہی سہی عزت کو اس وظیفے نے اور بھی کم کر دیا کیونکہ عرب میں اس قسم کے وظائف ہمیشہ
نظر حقارت سے دیکھے جاتے ہیں۔

اسی تعیین وظائف ہی کے نتائج سے وہ حکایتیں ہیں جو حصہ دہل حصہ کے احوال میں مذکور
ہیں کہ ایک سیل نے دیکھا موزنون اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللہ نہیں
کہتا جسکی وجہ اسنے دریافت کی تو معلوم ہوا موزنون اذانوں فصاحت پر ہے اسکی عوض

علم الظالمین انا ذلک المودن فی الدنیا والاخرہ وقال عمرو بن ولید واذن
 من اللہ ورسولہ الی الناس فی ما یحلح الاکبر و انا ذلک الاذان
 عند محمد بن الفضل عن احمد بن عمر الحلال عن ابی الحسن موسی
 علیہ السلام قال المودن امید المومنین علی صلوات اللہ علیہ
 یی ذن اذنا لیسع الخلاق والدلیل علی ذلک واذن من اللہ
 ورسولہ قال امید المومنین انا ذلک الاذان - یعنی قرآن میں جو آیہ
 فاذن مودن وارد ہے اس کو مراد علی بن ابی طالب ہیں جو کہنے لگے کہ نعمت اللہ
 علی الظالمین مراد ظالموں سے وہ لوگ ہیں جو تکذیب کیلئے آپ کی ولایت کی اور استغناء
 کرینگے حضرت کے حق کا پھر دنیا و آخرت میں لعنت ہے - راوی اسکے امام حاکم ہیں اور ابوصالح
 سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ قرآن مجید میں میرے چند نام ہیں جنکو لوگ نہیں جانتے
 اون ناموں سے ایک نام مودن ہے - اور جابر سے روایت ہے کہ جب حضرت علی نے جنگ
 نہروان سے فراغت پائی اور اونکو چنبرہ پونجی کہ مغویہ بمقام شام حضرت کو گالی دینا ہے
 اور آپ کے دوستوں کو قتل کرتا ہے تو آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ میں وہ مودن ہوں دنیا آخرت
 میں جسکی خبر دی خدا نے آیہ فاذن مودن میں کہ لعنت کریں گے ظالموں پر دنیا و آخرت میں
 جیسا کہ خدا نے سورہ براءت میں فرمایا اذان من اللہ ورسولہ کہ میں ہی وہ اذان
 ہوں - دوسری روایت میں بھی اسی آیہ سے سند الکی گئی ہے کہ وہ مودن جناب امیر ہیں
 جنکی آواز تمام خلائق سنیں گے جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ اذان من اللہ کہ مراد اس سے علی علیہ السلام
 ہیں -

اس مضمون کی طرف سابقہ کچھ اشارہ ہوا ہے کہ سورہ براءت لیکر کچھ شیخین تشریف فرما ہوئے
 مگر وجہ حکم خدا حضرت نے جناب امیر کو اس کام پر متعین کیا اور آپ نے جا کر شیخین کو سورہ براءت
 لے لیا اور کہہ جا کر اس حکم کی تعمیل کی شیخین راہ سے واپس آئے اور حضرت رسول میں
 عرض کیا کیا کوئی آیہ میرے بار میں نازل ہوا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ حکم خدا تو
 یہی نازل ہوا کہ یا خود تعمیل کروں یا علی -

یہ خلافت عالم آشوب بغاوت میں ختم ہو گئی اور کوئی بدعت نہ مٹ سکی۔
 یہی سبب ہے کہ فقہ کوئی ایسا ناجبجی واقعہ نہیں ملتا جس سے اذان کے متعلق کوئی نیا اضافہ
 معلوم ہو۔ اور اوسکے دج کرنے سے یہ رسالہ فرین کیا جائے۔ مورخوں نے اون احکامات کے
 چھپانے کی بھی کوشش کی جو حضرت خلفائے سابق کی جدید ترمیموں کے بارے میں صاف
 فرماتے تھے لہذا اور بھی کچھ نہیں مل سکتا کیونکہ روایات شیعہ میں اس قسم کے بہت سے
 صفائیں ہیں مگر ان کا یہاں پر لکھنا اس رسالہ کے اصولی مقررہ کے خلاف ہے۔

اں مگر متنبی کتاب میں نہیں ہمارے خدا و رسول کے احکام لکھے جاتے ہیں ہلکوتاتی ہیں کہ خود حضرت
 علی مرتضیٰ کا نام قرآن مجید میں اذان ہے جبکہ بعد پھر زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں رہتی۔
 کتاب بنابیع المودۃ میں ہے۔ وفي تفسير قوله نعم فاذن موذن بينهم يقول
 ان لعنة الله على الظالمين وتفسير اذان من الله ورسوله الحكام
 ابو القاسم الحسنی اخرج بسندہ عن محمد بن الحنفية رضي الله عنه
 عور ابيهم علي كرم الله وجهه قال انا ذلالت المودن الحكام بسندہ عن
 ابي صالح عمن انه قال علم رضي الله عنه في كتاب الله اسماء على لا يعرفها
 الناس منها فاذن موذن بينهم يقول ان لعنة الله على الظالمين
 اي الذي كذبوا ابوالابن واستخفوا محمدي - وفي المناقب عن جابر الجعفي
 عن الباقر عليه السلام قال خطب امير المؤمنين صلوات الله عليه
 بالكوفة عند انصافه من النهر وان بلغنا معاوية بن ابي سفيان
 سبته ويقتل اصحابه فقام خطيبا الي ان قال وانا المودن في الدنيا
 والاخرة قال الله عز وجل فاذن موذن بينهم يقول ان لعنة الله

سے اس کتاب کا نام بنایا المودۃ لذي القربى ہر اور مصنف علام کا نام شیخ سلیمان حسینی نقشبندی

قد دزی لجنی ہر معروف بخواب کا لاں جو ۱۳۳۰ھ میں متولد ہوئے اور ۱۳۹۰ھ میں بمقام قسطنطنیہ انتقال کیا۔

اس کتاب کی تصنیف حسب حکم سلطان عبدالعزیز خاں ہوئی جو سلطان روم تھے جن کی کتاب میں فضائل و مناقب
 اہل بیت اطہار میں علامہ نے جو تصنیف کی ان میں کا خلاصہ میں درج ہے لہذا یہ کتاب نہایت وجہ متبرک و معزز ہے

یہ تقریر وہ میں بھی کچھ اختلاف کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ حضرت عمر و حضرت عثمان ہی اس حصہ میں
جو تھے وہ اس کے بغیر بن شعبہ بھی ہیں کہ انہوں نے اس کا حکم دیا مگر چنداں صحیح نہیں دیکھتے ہیں

بارہواں تغیر

سیرت حلبیہ میں ہے کہ پہلے مغویہ نے اس کا حکم دیا کہ مؤذن درمیان اذان و اقامت کے آکر یوں
کہے **حی علی الصلوٰۃ** کیونکہ رسول اللہ کے عہد میں یہ دستور تھا کہ مؤذن **الصلوٰۃ الصلوٰۃ**
کہتا۔

مگر یہ تغیرات متحدہ علیہ برابر مذاق محدثین ہیں۔ ورنہ تغیر نمبر ۳-۹-۱۱-۱۲ ایک ہی معلوم ہوتا ہے
جس کی ابتدا عہد خلیفہ دوم سے ہوئی۔ بعد اوتھے ہر خلیفہ نے اپنے اپنے عہد میں اس کی تجدید کی جسکو
محدثوں کے اختلاف نے اس حد تک پہنچایا۔

تیسرہواں تغیر

عید کے لئے بھی اذان مقرر کی حالانکہ اسکے قبل عیدین میں صرف **الصلوٰۃ الصلوٰۃ** کی مذاویج
تھی سعید بن مسیب راوی ہیں کہ اس نے عید میں اذان کا احداث کیا وہ معاویہ پر رضامند و معصیت
میں کچھ نہ مانہیں معلوم ہوا کہ چونکہ نماز عید حال کی تحقیقات میں مسلمانوں کا سالانہ کانفرنس
ہے جس میں نزدیک پاس کے سب لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور جسکو نماز کی عادت بھی نہیں
وہ بھی شریک ہو جاتے ہیں اسی نماز کا بلا اذان رہنا بیشک بڑا معلوم ہوا ہو گا خصوصاً ایسے
خلیفہ کو جو تقیر و مستیلا طیفہ بنا حضرت عثمان نے جو مخرج میں بمقام منی و دکنی نماز کو جو کئی
بنا یا اور جو اب نے اعتراض کیا تو یہی جواب دیا کہ حج میں دو روز اراکلوں کے لوگ آتے ہیں
اگر وہ خلیفہ کو دو رکعت نماز پڑھتے دیکھیں تو ممکن ہے کہ انکو یہ شہر پیدا ہو کہ اصل دو رکعت ہو
اسلئے بنے چار رکعت کر دی۔ یہی جواب مغویہ بن ابوسفیان کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ جو
ایک ہی خاندان کے دو مبسوس۔

صحیح ہے کہ حکم رسول اللہ پر بھی تھا کہ صرف **الصلوٰۃ** کی مذاویج بکے اذان کے گز مغویہ
سے بیکہ عزت و شہرت کا بل ترسم قرابائی لیکن فوس کہ خود علماء اہل سنت نے بھی آئندہ
اذان میں اسکی بدعت کا حکم نافذ کر دیا۔

پس جب تمہیک ان احادیث جلیلہ کے جناب امیر المومنین کا نام ہی قرآن میں اذان پر تو اب اس پر
کیونکر تعجب ہو سکتا کہ حضرت کا نام مبارک کس طرح داخل اذان ہوا جس طرح مخالفین اسلام کو کوئی
حق اسکا نہیں ہو گا شہد ان محمد اور رسول اللہ کے جزو اذان ہونے پر معترض ہوں کیسی طرح
مخالفین علیؑ کو بھی کوئی حق نہیں کہ اس پر معترض ہوں۔

اس جملہ کا ذکر یہاں صرف اس غرض سے کیا گیا ہے کہ اس تاریخ میں آپ کو آئندہ جلیل معلوم ہو گا
کہ اسلامی سلطنت پر جملہ حتی علیٰ خلیعہ علی اور شہد ان امیر المومنین علیؑ
واللہ نے کیا اثر ڈالا ہے اور کیسا کیسا خونِ طوفان اسکی بدولت قائم ہوا آج تک ہمارے وبال
کئے ہے مصر کی سلطنت و خلافت بغداد کو انہیں جملوں کے اختلاف باخود ہانے تباہ کیا۔

دورہ خلافت رابعہ

جس معنی سے تین خلافتیں پہلے قائم ہوئیں اور اس معنی سے چوتھی خلافت معاویہ بن ابی سفیان
ہی کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اصول خلافت چار میں بیعت اہل محل و عقد۔ استخلاف خلیفہ سابق جو
میں پایا گیا۔ شوری جس سے عثمان خلیفہ ہوئے۔ قبر و استیلا جس سے معاویہ کو خلافت ملی۔
جس زور سے اس زمانہ میں یہ خلافت قائم کی گئی۔ آج تک اسکا وہی زور و شور ہے۔ باغی
خارجی کے خطاب دینے کے بعد بھی یہ خلافت حق مانی جاتی ہے۔ ۲۰ برس تک اس کا زور برائے
نام کی ماتمی میں تھا اور پینیس برس بالاستقلال خلافت اسی ہاتھ میں رہی جس سے آپ
سمجھ سکتے ہیں کہ شریعت محمدی پر اسکا کیا اثر پڑا ہو گا۔

لہذا اس خلافت میں اذان کے متعلق چند تغیرات ہیں اور چند اوقات جنگوں بالاجمال لکھتا ہوں

کیا مہواں تغیر

یہ ہوا کہ مہویہ حکم دیا مودن بعد اذان اور سکون پر بجاے السلام یا امیر المومنین
رحمۃ اللہ کتاب الاول اسکی عسکری اور تاریخ الخلفاء سیوطی میں جو ذیل ذکر اولیات معاویہ
و اول من قبلہ السلام علیہ یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و بركاتہ

المصلوۃ یرحمک اللہ ص ۳۶

ص ۱۳۶ تاریخ الخلفاء

واقعات

اب ہم چند واقعہ اس اذان کے متعلق لکھتے ہیں جو زمانہ معویہ واقع ہوئے۔ اور مورخوں نے بہت کچھ بچا کر رکھ لکھا ہے۔

پہلا واقعہ

المنہال بن عمرو ان معویہ سال الحسن ان یصعد المنبر یشیب فضعه فحمد الله واشتی علیہ شعر قال ایہا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فسا بین لہ نفسی بلد سے مکہ و منی وانا بن المروۃ والصفاء وانا بن المنی المصطفی وانا بن من علا الحیال التو و اسی وانا بن من کسا الحسن وحمۃ الحمانا بن فاطمہ سیدۃ النساء انا بن قلیلات العیوب نقیات الجیوب واذن المودن فقال اشہدان لا الہ الا الله واشہدان محمد رسول الله فقال یا معویہ محمد ابی امبولک فان قلت لیس بابے فقد کفرت واز قلت نعم اقررت ثم قال اصحبت قریش تقی علی العرب بان محمد آمنہا و اصحت العجم تعرف

المنہال بن عمرو راوی ہے کہ معویہ نے امام حسن سے خواہش کی کہ منبر پر جا کر کچھ بیان کریں۔ حضرت امام حسن نے بعد حمد و ثنا فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے وہ بچاؤ، جو نہ پہچانتا ہے جو نہ جانتا ہو اس کو میں بتاؤں کہ میرا وطن مکہ و منی ہے۔ اور میں فرزند (صاحب) مروہ و صفاء ہوں۔ میں فرزند بنی مصطفی ہوں۔ میں فرزند ہوں فاطمہ سیدۃ النساء کا۔ میں فرزند ہوں الحیال جو ہر عیب و نقص سے مبرا اور پاک و پاکیزہ ہیں۔ ابھی حضرت کا خطاب نہیں تک پہنچا ہوا کہ مودن نے اذان شروع کی جب اُس نے اشہد ان لا الہ الا محمد، الرسول اللہ کھا تو جناب امام حسن نے فرمایا اسے معویہ بتاؤ محمد تیرے باپ ہیں یا میرے، اگر تو نے انکار کیا اونکے میرے باپ ہونے سے تو کافر ہو اور اگر اقرار کیا تو قاتل ہوا

تعبیر کہ قریش کو تو یہ نہیں کہ محمد میرے ہیں اور عرب کو اسے جو بتا رہا ہے۔ اور عجم سے فرعون کے معترف ہیں ہمارے حتی کہ لوگوں

کئے تیار نہیں ہوئے تاہم اس بدعت کی موقوفی کب ظہور پزیر ہوئی۔ اور
دولی۔ مگر قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے بنی عباس نے اپنے عہد
ت کو موقوف کیا ہے

جائے اذان ثانی جمعہ اس صنف کے موجب ہوئے اور عید کیلئے مقرر کرجاتے
توت یہ۔ کہ کسی متقی کو اس میں اختلاف نہ ہوتا۔ حالانکہ قاعدہ اس سنت معویہ سے یہی
اختلاف کرنا مناسب نہیں کیونکہ الصلحۃ کا لفظ عدول میں معویہ بھی داخل ہے مورخوں
نے حضرت عثمان کے اس احداث تقدیم خطبہ عید میں معویہ و منوان کو بھی شریک کیا اور
مگر یہ اختلاف بلا وجہ ہے کیونکہ معویہ نے اس پر اس وقت اضافہ کیا ہے کہ جو خطبہ پڑھے ہو کر پڑھا جاتا تھا اور کو
بھی پڑھنا پڑھا کر کیا کیونکہ اونکا لحظہ و تخم اور فریبی مانع تھی اس سے کہ کپڑے ہو کر پڑھیں۔

یہاں مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ معویہ سے منبر پر بلا ایک صراطہ صادر ہو گیا جس پر فوراً یہ خطبہ
انشاء کیا۔ الحمد للہ الذی جعل خروج الریح راحتہ جیسے بعض حصنا جلیسے کہا وکن
علی المنبر فباحۃ و وفا حۃ مگر تجھے ایسی گندہ باتوں سے نفرت ہے کیونکہ اس طرح کا واقعہ
اور وکن بھی پیش آسکتا ہے جیسا کہ حضرت خلیفہ دوم کے حال میں لکھا ہے تو ایسے امور کو درج
تواریخ کرنا عزت تاریخ کھوتا ہے۔

معویہ و حقیقت ادن خوش قسمت اور باقبال ظلم میں شمار کئے جاتے لائق ہو کہ جبکہ احکام مثل
احکام خدا و رسول قبول کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں ہزار اصحاب و تابعین موجود تھے
مگر معویہ تبدیل احکام شریعت میں ایسا دلیر نہا کہ بلائی خاک کیسے جب چاہتا اور جو امر چاہتا کر گذرتا
چنانچہ ایک صوبہ جنگ صفین کیلئے شام سے برآمد ہوا تو چہار شینہ کے در زمار جمع پڑھ دی اور
سب نے اقتدا کی۔ وکیہ تاریخ کمال صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ مصر۔

معویہ کے اولیات میں حافظہ بیوٹی نے عدد و تکریر کے کم کرنے کو بھی لکھا ہے مگر میں اس کی تفصیل
نہیں بیان کر سکتا کہ کونسی تعبیر و نہیں کی کی کیونکہ نماز جنازہ میں چہرہ گیروں کا قائم کرنا تو خلیفہ
دوم کی طرف منسوب ہے۔ چہ شاید نمازوں کی تکریر میں مراد ہو جس سے بیان بحث کرنا
خارج از مبحث ہے۔

ہی اسطرح سلام
کیا تھا اسلحا
علیک السلام
اللہ ۱۱ تاریخ کمال

وامّاك هند و امّی فاطمة
وحدتك قبله و جدتی خدیجه
فلعن الله الامناحسبا و احلنا
ذكر او اعظمنا صغرا و اشدنا
نفاقا فصاح اهل المسجد -
امین امین فقطع معاویة
خطبته و دخل منزله ۱۱ صفحہ ۱۱

ہے میری مان فاطمہ زہرا تیری جدہ قبلہ
ہے میری جدہ خدیجہ اب خدا لعنت کرے
او سپر جو ہم دونوں میں سب سے زیادہ کرم
ہو سب میں - اور محمول الذکر ہو - اور کفر
اور رفاق میں زیادہ ہو جو سپر طرف سے
اہل مسجد نے آواز میں بلند کی اور معویہ پر
چھوڑ کر گھر میں جا چھا -

دوسرا واقعہ

و دخل الحسين يوم اُعلى يزيد بن
معيوية فجعل يزيد يصيح ويقول
لحقن و نحز و لنا من الفتي و الشرف
كان اوكثنا او الحسين ساكتا
فاذن الموزن فلمّا قال شهيد
ان محمدا رسول الله قال
الحسين يا يزيد جد من هذا
فجعل يزيد ولم يرد جوابا -

یعنی ایک روز جناب امام حسین کا ورود
مجلس یزید بن معاویہ میں ہوا تو یزید نے اپنے
مخالف بیان کرنے شروع کئے کہ ہم میں یہ فخر
و شرف ہے تو بول ایسے ہیں ویسے ہیں اور
جناب امام حسین خاموش تھے کہ موزن نے
اذان شروع کی جب اشدھد ان محمد
رسول اللہ کہا تو امام حسین نے فرمایا
اسے یزید یہ صحیح کہے جد ہیں جس پر یزید نے
ہوا آؤ کہ کچھ جواب نہ دے سکا -

مستطرف صفحہ ۱۲

اس واقعہ کو خلافت معاویہ سے اس وجہ سے تعلق ہے کہ جناب امام حسین اور یزید کی ملاقات کا نام
ہو کہ خلافت تھا بعد فوت معاویہ نہ امام حسین شام میں تشریف لے گئے نہ یزید مدینہ آیا جو ملاقات ہوئی
چنانچہ معاویہ کا وہ واقعہ بھی جو تاریخ کا کل میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جب یزید ہجرا ہی
اپنے باپ معاویہ کے دار مدینہ ہوا تو ایک روز امام حسین اور ابن عباس بعض ملاقات تشریف
لائے اس وقت یزید مشغول شرابخواری تھا لوگوں نے کہا اگر ابن عباس آئیں گے تو بے شہر
پہنچا لینگے لہذا جناب امام حسین تنہا لائے گئے شراب کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی حضرت نے پوچھا

حوار العرب بان محمد امنها يطالبون طلب کرتے ہیں۔ مگر ہمارا حق ہیکو نہیں
حقنا ولا یردونا الدینا حقنا۔

اس خطبہ میں چند فقرے ایسے ہیں کہ وہ کسی شرح ضروری تھی مگر بخوف طول و ملال ناظرین آج صاف
کرتا ہوں آئندہ کسی موقع پر اسکی شرح کی جائیگی۔

اس قسم کی فرمائش مغویہ بنے جو امام حسن سے کی اسکی پہلی وجہ یہ ہے کہ جناب امام حسن ابو جبریل خلیفہ
بہت کم سخن تھے عمرو عاص مغیرہ وغیرہ نے مغویہ پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ مجمع عام میں امام حسن کو قدرت
کلام نہیں ہے۔ اسنے اگر بلا خطبہ کھلا دیا تو انکا بجز تمام عالم پر ظاہر ہوگا اور سب جان جائینگے
کہ انہیں خلافت کی قابلیت نہیں تو یہ عیب کہ بزور خلافت لی ہے کچھ کم ہو جائیگا۔ اسوجہ سے
اکثر کتب تواریخ و کتابت اصحاب میں حضرت کے ایسے خطبے منقول ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ عقل مغویہ سے
بہت مستبعد ہے کہ جناب امام حسن کی فرمائش کرے کہ خطبہ نہیں۔ مگر صلی عمن وہی تھی کہ
لوگوں پر حضرت کی عاجزی ظاہر ہو کیونکہ قادیانکلامی بھی خلافت کے اعلیٰ صفات سے ہے اور ابھی
عرب میں تو یہ اعلیٰ درجہ کا وصف مانا جاتا ہے۔

اس قسم کے خطبے اور واقعات اگر بیان نہ کر رہوں تو کسی مجلہ تیار ہوں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ مغویہ وغیرہ عتبہ وغیرہ سے مل کر کلام کیا ہے اور سب کا جواب امام نے دیا ہے مگر صرف
ایک خطبہ مختصر تھا اور اوراق سے لکھی جاتی تھیں جو تاریخ طبع کے لئے کافی ہے۔ کہ جناب امام حسن نے
کن مختصر الفاظ میں حق بیان کیا تھا۔

ولما قدوم معاوية المنية بعد	جب معاویہ مدینہ میں داخل ہوا تو
المنبر فخطب وقال من علي رضي	منبر پر جا کے خوب نکالیاں دیں جناب امیر
الله تعالى عنه فقام الحسن	و امام حسن کو جب امام حسن نے کھڑے ہوا
فحمد الله واشفي عليه شوال	بے حمد و شوال فرمایا خدا نے جب کسی غیر
ان الله عز وجل لم يبعث بعثا	کو بھیجا ہے تو اسنے مجھے بیکاروں سے
الا جعل له عدوا من اهل بيته	ایک دشمن بھی بنا دیا میں فرزند علی
خانا بن علي و انت ابن جهم	ہوں اور تو فرزند صخر بنی ہاشم

الخبصار المعروف بالموقفات

التي صنفها للموقف وهو ابن الزبير

قال سمعت المدائني يقول قال

مطرف بن المغيرة بن شعبه وفدت

مع ابي المغيرة المعافاة فكان

ابي ياتيه بجدث عنده شرفه

المؤيد كره عقله وتعجب مما

يرى منه اذ جاء ذات ليلة

فامسك عن العشاء فواتيه

معتما فانظرته ساعة وظننت

انه لشيء حدث فينا او فعلننا

فقلت له ما لي اراك معتما منذ

الليلة قال يا بني اني خجيت من

عند اخيبت الناس فقلت له واذ

قال قلت له وقد خلوت به

انك قد بلغت من ايامك

فانك قد كبرت على حظرت

الى اخوتك من بني هاشم

فوصلت ارحامهم فوالله

ما عندهم اليوم شيء تخافة

فقال لي هير انت هير هات صلك

اسلئے اوسکی آمد و رفت برابر وہاں

رہتی تھی اور ہمیشہ اوسکی مرح و ثنا

کرتا اور اوسکی عقل و تدبیر کی تعریفیں

کرتا۔ ایک رات جو مغویہ کے پاس

سے آیا تو نہایت ہی معنوم و محزون تھا

کہ مارے رنج کے کھانا بھی نہ کھایا۔

مجھے گمان ہوا کہ شاید کسی قسم کا

مواخذہ مال و دولت کے متعلق ہو

جس سے مغیرہ کو اس قدر رنج ہے

(کیونکہ مغیرہ منجانب مغویہ کو ذہ و غیرہ

کا حاکم بھی تھا) آخر میں پوچھا کہ آج

آپ کو کس بات کا اس قدر غم ہے

تو جواب دیا کہ اس وقت میں خبیث ترین

مردمان کے نزدیک سے آتا ہوں یہ لفظ

بجی مغویہ کھا گیا ہے) میں نے پوچھا آخر کیا

ہوا۔ کہا آج میں تخلیہ میں مغویہ سے کیا کرتی

کل آرزوئیں پوری ہوئیں اب تو رحم

کرنا چاہئے کیونکہ سن تیرا زیادہ ہوا۔ اپنے

برادران بنی ہاشم پر نظر کرو۔ اور

حق یہ ہے کہ اگر وہ قسم کھداں ابراہیم کے

پاسے کہ میں نے ان سے کچھ خوف نہیں

مجاویہ نے جواب دیا افسوس افسوس

رخ تیم (ابو بکر) نے بادشاہی کی اور عدل

یہ خوشبو کس چیز کی ہے تو یزید نے جواب دیا یہ عطر ہے جو شام میں بتا جو بعدہ ایک پیالہ شراب کا طلب کیا اور پی گیا اور دوسرا پیالہ طلب کیا فقال اسق ابا عبد اللہ فقال له الحسن علیک شرابک ایہا المرء لا عین علیک منی فقال یزید لعن اللہ الا یا صاحب اللجب دعوتک ذاول لکجب الطغیانات والشہوات والصہباء والطرب وباطنہ مکملۃ علیہا سادۃ العرب ووفیہم النبی تبلیت فوادک تم لم تلک فہفص الحسین وقال بل فوادک یامان معویۃ یعنی کہا ابو عبد اللہ (امام حسین) کو بلاؤ۔ تو حضرت نے فرمایا مجھے شراب دہنیں چلیں اس پر یزید نے چند اشعار کہے کہ مجھے تمہاری دعوت کی شراب و مغنیوں کی طرف مگر تم انکار کرنے ہو امام حسین وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔

تیسرا واقعہ

تاریخ مروج الذهب مسعودی میں ہے۔
 وفي سنة اثنتي عشرة وثمانين
 نادى منادى المأمور بربيع
 الذمه من احد من الناس ذكر
 معاوية بخيرا وقدمه على احد من
 اصحاب رسول الله وتكلم
 في اشياء من التلاوة انما مخلوقة
 وغير ذلك وتنازع الناس في
 السبب الذي من اجلها مر
 بالنداء في امر معاوية فقليل في
 ذلك اقاويل منها ان بعض
 سماره حدث بحديث عن مطرف
 بن المغيرة بن شعبه الثقفي وقد
 خليفه يامون رشيد في سنة ثمان
 کہ اوس شخص کو امان نہیں ہو جو معاویہ
 کو بخیر و خوبی یاد کرے یا کسی صحابی پر
 اوسکی فضیلت کا قائل ہو جسکی وجہیں
 مختلف بیان کی گئی ہیں۔ مجملہ
 اونکے ایک وجہ یہ ہے کہ بعض مصاحبین
 یامون رشید نے خبر دی کہ مطرف
 بن مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے
 اور زبیر بن بکار نے بھی اپنی کتاب
 موفقیات میں اسکو لکھا ہے کہ
 مطرف کا بیان ہے میں اپنے باپ مغیرہ
 کے ساتھ ایک دفعہ معاویہ کے دربار میں
 پہنچا مغیرہ کو چونکہ دوستی تھی معاویہ سے

مختصر طور پر چنانچہ اصل عبارت یہ ہے حدث بعضہم قال حضرت عند معاویہ
یومًا وقد اذن الموزن اللہ اکبر فقال معاویہ مثل ذلك فلما قال الموزن
اشهد ان لا اله الا الله قال معاویہ مثل ذلك فلما قال اشهد ان
محمد رسول الله اطرق معاویہ ثم قال یا بن عبد الله ما كان اکبر
همتك فرت اسمك باسم ربك صفحہ ۲ ورق ۳۰

راوی کا بیان ہے کہ ایک روز میں معاویہ کے پاس گیا جب اذان ہونے لگی تو موزن نے
کہا اللہ اکبر معاویہ نے ہی اللہ اکبر کہا اسی طرح اشہد ان لا اله الا الله کو بھی
معاویہ نے دوم ایا حب موزن نے اشہد ان محمد رسول الله کہا تو معاویہ نے
اگر دن جھبکالی اور کچھ دیر کے بعد کہا اے پس عبد اللہ خطاب حج طرف رسول اللہ کے
کے قدر تیری ہمت بلند تھی کہ تو نے اپنے نام کو خدا کے نام سے ملا دیا ؟

جو خیال معاویہ نے یہاں ظاہر کیا ہے وہ ذاتی خیال انکا نہیں بلکہ موروثی ہے کیونکہ ابوسفیان
پدر معاویہ کا بھی ہمیشہ یہی خیال رہا چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے ۔

ایک صحبت میں ابوسفیان بھی تھے جب کہ
انکھیں اونکی جا چکی تھیں اور مجمع میں حضرت
علی بھی تھے کہ موزن نے اذان شروع کی
جب اشہد ان محمد رسول الله
کہا تو ابوسفیان نے کہا یہاں کوئی غیر تو
نہیں ہے ؟ کسی نے جواب دیا کہ نہیں !
تو ابوسفیان نے کہا خدا بھلا کرے
براہ راہی ہاشم کا جناب رسول اللہ کی
طرف اشارہ ہے) دیکھو کہ اپنا نام کہاں
رکھا ہے !!
حضرت علی نے کہا خدا تیری آنکھوں کو گرم کرے

قال ابن عباس لقد كنت في
محفل ابوسفیان وقد كنت بصير
وفيه اعلیٰ ثم اذنت الموزن فلما
قال اشهد ان محمد رسول
الله قال ابوسفیان همنا من
يحتشم قال واحد من القوم
لا فقال لله در اخي بنی هاشم
انظروا ابن وضع اسمہ فقال
علی اسخ الله عینک یا ابا
سفيان الله فعل ذلك بقوله
عن من قائل ورضنا لك ذكرك

اخویدم فعدل وفعل ما فعل
 فواللہ ما عذا اهلك فهلك
 ذکرہ الان يقول قائل ابو بکر
 ثم ملك اخو عدی فاجتهد و
 شمر عشر سنين فواللہ ما عذا
 ان هلك فهلك ذکرہ الان
 يقول قائل عمر ثم ملك اخونا
 عثمان فملك رجل لم يكن احد
 في مثل نسبه ففعل ما فعل وعمل
 به فواللہ ما عذا ان هلك فهلك
 ذکرہ وذكر ما فعل واخاها شمر
 بصريح ببني كل يوم خمس مرات
 اشهد ان محمدا رسول الله فاي
 عمل يجمع هذا الامام والى الله
 الا دقا دفنا وان المامون لما
 سمع هذا الخبر جثث ذلك على
 ان يامر بالنداء على حسب ما
 وصفنا وان شئت الكتب الى
 الافاق بلغته المصابر فاعظم
 الناس ذاك واخبروه و
 اضطربت العامة فاشير عليه
 بترك ذلك فاعرض عما كان
 هو به روي الزيب مؤخر ما في حال جلد

والاضاف سب کچھ کیا مگر مر جانے پر اسکا
 کچھ نام نہ رہا۔ اس طرح ارغ عدی (عمر)
 نے بھی ملک و دولت پائی اور سب
 کچھ کیا مگر مر جانے پر اسکا بھی نام مٹ گیا۔
 اس طرح میسر کے بھائی (عثمان) نے بھی
 سلطنت کی حالانکہ نسب میں اسکا کوئی
 ہمسر نہ تھا مگر اس کے مرنے کے ساتھ نام بھی مٹ گیا۔
 بخلاف برادر ہاشمی (محمد مصطفیٰ) کے کہ
 ہر روز پانچ مرتبہ اسکا نام پکارا جاتا ہے
 اشہد ان محمد رسول اللہ
 اب بتا اس ناموری کا بھلا کوئی مقابلہ
 کر سکتا ہے۔ اس عمل کے ساتھ کس کا عمل
 باقی رہ سکتا ہے دور ہو دور ہو۔

یہ روایت جب مامون رشید نے سنی تو
 حکم دیا کہ اس مضمون کا پروانہ تمام ملک
 میں جاری کیا جائے کہ کوئی مغویہ کو بغیر خبی
 زیاد کرے۔ اور منبر و پیرعت کی بجائے
 مغویہ پر جس سے تمام رعایا میں عجب
 طرح کی شور و شن پیدا ہوئی کہ آخر
 مامون رشید کو اپنا حکم ستر کرنا
 پڑا۔

اس مضمون کو علامہ شہر ابن اشوب
 علیہ الرحمہ نے بھی مثالب میں لکھا ہے مگر

یکے توحید کو اگر دیندہ ابوسفیان گفت اما انا ما قلت شیئاً یا رسول اللہ فضحاک
النبی ص ۴۷ جلد دوم

اور دایح البیوت میں یہ دور روایتی آئے کہ ابوسفیان بن حرب نیز دران جماعت ہو کہ سخنان
نا سزا گفتند کہ چہ گویم گمان ی بریم کہ این سگیزہ محمد را از ان واقف گردانند چون آنحضرت بان
جماعت گفتہای ایشان را بر روئے ایشان گفت ابوسفیان عرض کرد کہ من هیچ ازین حرفها
نگفتہ ام حضرت بشتم فرمود و تقدیرین نمود اگر این روایت صحیح است معلوم می شود کہ بیان ورود
وے در آمدہ و اسلام وے حسن پذیرفته بود و از مسلمہ نفع بعضیہ آگفتہ اند حسن اسلامہ و در بعضیہ

احتمال کرده اند و بر تقدیر ایشان از موافقہ القلوب گفتہ اند و معنی ابن لفظ و معاملہ ایشان و در غرض
جنین و قسمت غنائم آن واضح خواہد شد و معاویہ پسروے نیز از مسلمہ نجات و از موافقہ القلوب
و بعضیہ گفتہ اند کہ اسلام وے پیش از پذیرا است و پیش از آنکہ آنحضرت بکد در آمد و گویند کہ در راہ
کہ بحضرت رسید و اسلام آورد و جلد ۲ ص ۴۳ تعجب ہے کہ جس کلام پر ابوسفیان کے جا حظ کو او سکے
اسلام میں کلام ہو رہا ہے او سکھو محقق دہلوی ایمان کی آیات ضعیف دلیل بتا رہے ہیں۔ حالانکہ خود
او کا کلام اور حضرت کا تبسم بتا رہا ہے کہ یہ سکوت اور اسلام کیسا ہی بی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو وہ کلام
نا سزا کہے وہ سب آخر میں مشرک بہ اسلام ہوئے مگر یہ ابوسفیان اپنی حالت پر باقی رہا چنانچہ
تاریخ خمیس میں ہے فخر جہ علیہم البنی فقال لقد علمت الذی قلتم فخر ذکرہ ذلک
لہم فقال المحارث وعتاب فشهد انک رسول اللہ واللہ ما اطلع

علی ہذا اجد کان معاً فتقول اخبار ۱ ص ۹۷ جلد ۲

بخلاف ابوسفیان کے کہ وہ بھی اسے جانتا تھا مگر اسلام نہ لایا یہ اتفاق او سکاتا دم مرگ نہ آیا
چنانچہ خود اسے حضرت عثمان سے اونکے ابتداء خلافت کے زمانہ میں کہا یا بنی امیۃ -
تلقوها تلقف الکرة فوالدی یحلف بہ ابو سفیان ما من عذاب
ولا حساب ولا جنة ولا نار ولا بعث ولا یموت اے بنی امیہ اس خلافت کو با خود
تقسیم کر رہے ہیں کہ میں گیند لے لیا جاتا ہے کہ قسم او سکی جسکی قسم کھاتا ہو ابوسفیان نہ
عذاب ہو حساب نہ جنت نہ نار نہ بعث نہ قیامت۔

فقال ابو سفيان انسخ الله عين
من قال ليس هرباً من جحشم

جلد

کہ خود خدائے و نگویہ عزت دی بت کہ فرما
ورفعنا لای ذکر کہ۔ ابو سفيان نے
کہا خدا او کی آنکھ گرم کرے جسے یہ کہا گیا

کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کا خوف کیا جائے
امام باحظر سالہ فاخرہ بنی ہاشم و بنی امیہ میں لکھتے ہیں قد عرفنا کیف کان ابو سفيان
فقد اوتاه البی و فی صحاح ابیہ و اجلابہ علیہ و غزوہ ایاہ و عرفنا اسلام
حیث اسلام و اخلاصہ کیف اخلص و معنی کلمتہ یوم الفتح حین
راہی الجنود و کلامہ یوم حنین و قولہ یوم صعد بلال علی
المنبر فاذن الخ بنی ہاشم کہ ابو سفيان کس جہ کا دشمن رسول
تھا اور کس طرح حرا بیان لڑا اور کس ششیں کیں۔ اور کس طرح لوگوں کو آدہ کیا حضرت کی دشمنی پر
اور اس طرح حضرت بھی کس کس طرح اوس سے جدا کیا ہوا اور کسا اسلام بھی معلوم ہے جب
اسلام لایا اور اس کا اخلاص بھی معلوم ہے جو کچھ فتح مکہ کے روز کیا وہ بھی معلوم ہے جب
شکر اسلام کی شان و شانہ لکھا کہ حضرت عباس سے کہا تم ہمارے اور زادہ توڑا ہوا شا
بن کر صاحب شکر بنیم چہرہ پر کلہ بر و زین کیا وہ بھی معلوم ہے (اکا ان بطل صح
محمد کہ اس وقت حضرت بلال ہوا اور وہ کلمہ بھی معلوم ہے جو ابو سفيان نے اس وقت کہا
کہ حضرت بلال ابانک شاکر ہے ان لہی۔

اصفا
اس وقت وہ یحییٰ بن جابر۔ پاس تھیں میرا شمس مطلب کی تفصیل بیان کر سکوں اس وقت
حاضر ہو سکی یہ بارت ہے چون وقت نماز پیشین در آمد حضرت مقدس نبوی بلال را امر فرمود
تاکبر بام کعبہ بانگ نما گفت چون شرکان آواز بلال بشنیدند بچھ از ایٹان مثل ہستام ہرادر
ابو جہل و حکم بن ابوالواس رحم عثمان و پدر مروان سخنان نامناسب گفتند ابو سفيان بن
حرب کہ در میان ایٹان بود گفت من بارے پیغمبر نمی گویم دکان نمی برم کہ اگر من سخنے نگویم
ابن سنگ ریزہ ہا محمد را خبر و ہند جبرئیل نازل شدہ از مقالات آن طہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رسول آجماعت را طلبیدہ ہا ہر یک بیان فرمودہ کہ تو چہ گفتی ایٹان مفعول شدہ زبان

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بل
 تقبل صلواتک یا بر. الحکم البوالہ
 علم عقیبہا ثم برز حبیب فیقول
 انا حبیب وانی مظاہر فارس
 الہیجا لث قشور و اللہ اعلی
 حجة و اظہر - منک و انتم بقرۃ
 و یقتر سبط البنی اذانی لیستقر
 یا شری قوم فی الویری و اکھر فخل
 علم الحصلین فضربہ ضربۃ
 سقطتہ عن ظہر فرسہ الارض
 فاستنقذہ اصحابہ و لم یزل
 حبیب یقاتل حتی قتل منهم
 خلقا کثیرا ثم قتل و قال الحسن
 برحمتک اللہ یا حبیب لقد کنت
 تحتہ القرآن فلیلة واحدة و انت
 فاضل فقال زہیر بن القین
 یا مولای اری الانک سار فی
 وجهی بعد قتل العباس حبیب
 انسنا علی الحق قال بلی و حق
 الحق انا علی الحق محققین قال
 زہیر فیما تکررہ من موتنا و اننا ندخل
 الجنة و نعبہا فبرز و یقول انا
 من القین بنی مینی طر الحق

نماز قبول ہوگی، اس پر حضرت حبیب
 ابن مظاہر نے کھا کہ فرزند رسول کی نماز
 تو نہ مقبول ہو اور تیری نماز مقبول
 ہوگی، اسے فرزند زن مخوارہ بوالہ
 اسکے بعد حضرت حبیب بغرض جنگ
 باہر آئے اور اشعار رجز پڑھتے ہوئے
 حملہ آور ہوئے۔ حصین پر حملہ کیا اور ایسا
 وار لگایا کہ وہ ملعون کھوڑے سے
 گر پڑا اگر اسکے ہمراہیوں نے اسے بچا لیا
 حبیب ابن مظاہر یوں ہی لڑتے رہے
 یہاں تک کہ شہید ہوئے جس پر حضرت امام
 حسین نے فرمایا خدا رحمت کرے پھر
 اسے حبیب کہ ایک رات میں تم قرآن
 کو ختم کرتے تھے۔ اور فاضل تھے۔
 زہیر بن قین نے رض کی باموال کیا
 وجہ یہ کہ بعد شہادت عباس اور
 حبیب بن مظاہر آپ کے چہرے سے علما
 انکسار ظاہر ہو گیا ہلوگ حق نہیں ہیں
 امام حسین نے فرمایا قسم حق کی کہ حق پر
 ہیں اور محق ہیں تب زہیر نے کہا پھر
 ہلوگوں کی شہادت کے آپ کیوں رنج
 ہوتا ہے حالانکہ ہم شہید ہو کر داخل
 جنت و نعمائے جنت ہوتے ہیں اسکے

جو مریخی دلیل اسکے کفر و نفاق کی جو چنانچہ مدارج النبوة وغیرہ میں بھی اسکی تفصیل موجود ہے مگر تعجب معویہ بن ابوسفیان سے جو اسی نبوت و رسالت کی خلافت کا مدعی ہے اور اس طرح رسالت کر رہا ہے کہتا ہے کہ قدرت تیری بلند تھی اے پیسے عبد اللہ کہ تو نے اپنا نام خدا سے ملا دیا جو مریخی دلیل تھی کہ او کو حضرت کی نبوت کا اقرار نہ تھا۔

اس پر بھی جو احکام معویہ اس شریعت محمدیہ کے بارے میں قبول کئے جاتے ہیں تو عجب تاہر جیسا کہ سابقاً تحریر ہوا ہو اگر معویہ نے اس اذان کے متعلق کتنے تغیرات کئے۔

خلافت یزید بن معاویہ

اس خلافت میں مجھے اذان کے متعلق کوئی نیا تغیر نہیں ملا۔ مگر اذان کا متعلق بھی اعرس نہیں چھوٹا۔

پہلا واقعہ

بروز عاشور پہ جب عصر کہ کارزار گرم ہوا اور ۷۰ سے پچاس زیادہ شہید اگر بلا شہید ہو چکے

تو تادمہ صیداوی نے خدمت امام میں عرض کی یا حضرت ظہر و عصر کی نماز پڑھ لیجئے کہ ہم اس نماز کو آخر صلوٰۃ سمجھتے ہیں جو آپ کے ساتھ پڑھی جلی کہ خدا سے جو ملاقات ہو تو اسی حالت میں کہ فریضہ سے خارج ہوں۔

پس اذان کہی اور اقامت اسکے بعد نماز میں کھڑے ہو جاؤ کہ کفار تیرے چاروں طرف تھے۔ کہا کہ تو کو کچھ نماز پڑھ لینے دو مگر کسی نے اسکا جواب نہ دیا مگر حصین بن نمیر نے جواب دیا کہ اے حسین تمہاری

قال ابو تمامہ الصید اوی یا سیدی صل مباصلوۃ الظہر والعصر فانما نراھا اخر صلوٰۃ نصليہا معک فلوعلنا نلقی اللہ علی ادع فرضیتہ فاذن واقام فقاموا فی الصلوٰۃ وھم یروی عن السہما مالیم فقال یا ویلکم لا اتفقون علی الحب حتی نضلع فلم یجہ احد الا حصین بن نمیر قال یا حسنین ان صلواتک لا تقبل فقال لہ حبیب بن مظاہر اذ لم تقبل صلواتک بن رسول اللہ

بغاب بیکدک
وایت میکدک
بنامہ منافقان
باز کہ اسلام اود
بیت شوب اود
وایت اود
نشن کہ اود
بدر لومین شان
بعد خلافت یوز
اعلی وکفت اود
نافت بسوسا
دعوی پس
او تادان یوز
نات ان کرک
خی یام جن را
الحمد مدایج النبوة
م صلا
بطیع نامی

عجیب کہ فرزند رسول اپنے خدا کی امت اور کلمہ گو یوں سے نماز پڑھنے کی محبت مانگے اور کوئی کلمہ
اسکا روادار نہ ہو کہ مہلت نماز دیکھائے ایک ساعت کیلئے بھی جنگ موقوف کجائے تیسرے
کمال بھائی یہ ہے کہ بعض اس مہلت دینے کے یہ جواب دیا گیا کہ اسے حسین تمھاری نماز
مقبول نہیں جس سے جہان ان اشقیاء کی کمال درجہ کی شقاوت معلوم ہوئی وہاں
یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امام حسین کی خاص نماز تھی جو ان لوگوں کے عہد میں قابل قبول
نہ تھی۔ چوتھے یہ کہ امام علیہ السلام نے اس حالت خوف کی نماز میں بھی اذان و اقامت
فرمائی جو مکہ کے بیرون کے لئے نہایت قابل غور اور لائق تعلید ہے کہ اس سے معلوم ہوا اذان
واقامت کیسی ضروری چیز ہے نماز کے لئے۔ پانچویں یہ کہ ان زیدی مسلمانوں نے اذان
واقامت کہنے پر بھی نماز پڑھنے نہ دی کہ اصحاب امام حسین کو اسکے بعد ٹھاپڑا یہاں تک کہ۔۔
حبیب بن مظاہم شہید ہوئے اور زہیر بن قین نے جب فوج کو مار کر بھگا دیا تب نماز
پڑھنے پائے چھٹے یہ کہ معلوم ہوا جناب امام حسین کے رفیق کیسے مومن کامل تھے کہ ایک شخص نے انکا
نام قرآن کو ایک رات میں کام کرتا تھا اور حضرت ابراہیمؑ کو ان پر یہ کہہ کر مارا۔۔
جنگی انیس اپنے عقاب پر پیشاب کیا کرتے تھے۔ تاسوین یہ کہ کثیر و عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھتی تھی
بیس معلوم ہوا نماز کا کسدر جہاں حضرت کو حینال بحال وہ مسلمان غور کر رہے جو نماز کی
قد نہیں کرتے۔ آٹھویں یہ کہ نماز چھامت کو انکی تھی جس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا
کیسا عظیم ہے۔ اب وہ لوگ جو نماز میں شہادت جہاد سے پرہیز کرتے ہیں۔ توین
حبیب ابن مطاہر کی غیرت و حبس قابل غور ہو کہ نصف النہر فی اللیل کو کلام ابن زہیر پر یہ
غصہ آیا کہ اوس سے انتقام لینے کو مقدم بھیجا۔ دسویں ان لوگوں کا طالب حق ہونا کہ اسطو
انکا حق تھا چنانچہ امام سے سوال کیا گیا کہ ہم حق پر نہیں ہیں ہر جہاں امام نے حق کی قسم کھائی
کہ ہم حق پر ہیں۔ اوپر زہیر بن قین کا کہنا پھر ہم لوگوں کی موت یہ کہ اہل بیت فرماتے ہیں۔
جس سے معلوم ہوا کہ کسدر حق اور سر واضح تھا اور کسی حقیقت کے شائق تھے۔
غرض یہ واقعہ صرف تاریخ الاذان ہی میں عجیب نہیں بلکہ تواریخ عالم میں عجیب و غریب ہو
یہاں ایک واقعہ اذان کے متعلق اور بھی جو اس وقت پیش آیا جب امام حسین نے

بعد زہیر نے لشکرِ اعدا پر حملہ کیا اور
 رجز پڑھتے جاتے تھے۔ رئیسِ سواروں
 کو قتل کر کے زہیر پھر آئے اور مساز
 جماعت امامِ عمر کے ساتھ ادا کی۔
 اور کھائے قوم کیا دیکھتے ہو۔ جنت
 ہے جبکہ دروازے کھلے ہوئے
 ہیں اور ماراؤسکے تیار ہیں۔ یہ رسول
 اللہ تشریف رکھتے ہیں۔ اور دوسرے
 شہداء ہمارے قدم کے مشابہ ہیں
 دینِ خدا کی حمایت کرو اور حرمت
 فرزندِ رسول کی نگہداشت کرو۔ کیلک
 پھر حملہ آور ہوئے۔ اور پچاس
 سے زیادہ کافروں کو قتل کر کے
 راہی جنت ہوئے۔

الحمدین اذبح بالسيف علي الحسين
 ابن علي طاهر المجدين ثم حمل
 عليهم فقتل منهم عشرين فارسا
 ثم اقبل الي الحسين فصل
 بالجماعة ثم قال يا قومي هذه الجنة
 قد فتحت ابوابها وابتعت اثامها
 وهذا رسول الله صلى الله عليه
 وآله وسلم والشهداء يتوقعون
 قد ومنافحنا موادين الله و
 احفظوا حرمة رسول الله
 صلى الله عليه وآله وسلم ثم برز
 يقول شعبي

اقدم حسين اليوم نلقا احمدا
 ثم بالك الطاهر المولى
 والحسن المسموم ذاك الهجد
 ذوالجناحين حليف الشهدا
 وحمزة الليث الهام الاسعد
 في جنة الفردوس شواسعدا
 ولم يزل يقاتل حتى قتل من الاعداء

نیفا و خمسين فارسا ثم قتل رضى الله عنه يبايع المودة صفحہ ۲۸۶

اس واقعہ کو تلخیص الاذان سے کئی وجوہ سے تعلق پر ایک یہ کہ خلافتِ بنیہ بن مویہ کا
 واقعہ ہے اور اس سال میں التزام کیا گیا ہے کہ ہر خلیفہ کے احکام اور تقریرات اور واقعات
 متعلق اذان درج کئے جائیں۔ دوسرے اسلام بلکہ عامی صیغہ کی تواریخ میں یہ واقعہ بالکل

اوٹون پر سوار ہو کر طلب کرے، اگر حضرت کی گرد بھی اٹے ہاتھ نہ آئی۔

اس روایت کو بے بوجھ نقد الفریکہ درسی کتاب میں جو قابل وثوق ہو نہیں پایا لہذا اسکو علیحدہ واقعہ نہ قرار دیا۔

اسی قسم سے وہ بھی جو حضرت لشکر کو نماز پڑھانی کہ بعد اذان خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فریقین نے اقتدا کی کہ وہ واقعہ بھی کوئی خصوصیت نہیں رکھتا جو وجہ تاریخ الاذان کیا جا

دوسرا واقعہ

صاحب مناقب وغیرہ نے کہا ہے کہ روایت الیگلی ہرگز یزید نے حکم دیا کہ منبر لایا جائے اور خطیب بلایا جائے تاکہ میان کرے لوگوں سے بڑا بیان امام حسین اور حضرت علی کی اور جو افسے صادر ہو پس خطیب بالآ منبر گیا اور حمد و ثناء اہل بیت سے عیب یا نسبت حضرت علی و امام حسین کے بیان کئے اور معاویہ و یزید کی بیعت و ثناء میں بہت طول دیا اور ہر خوبی کے ساتھ ان دونوں کا ذکر کیا۔ پس حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدین) نے آواز بلند اس سے فرمایا اے ہو تجھکو اے طوطا خوشنودی مخلوق کے ساتھ تو نے غضب خدا کو خرید کیا اور جگہ اپنی جہنم میں بنائی پھر حضرت علی بن الحسین نے فرمایا اے یزید مجھکو اجازت دے کہ اس منبر پر وہ کلمات الہی بیان

وقال صاحب المناقب وغيره روى ان يزيد امر منبر وخطيب ليخبر الناس بمساوى الحسين وعلى وما فعلا فشهد الخطيب المنبر فحمد الله واثني عليه واكثر الواقعة في علي والحسين والطيب فيهم يظم معويده ويزيد فذكرها بكل جميل قال فصاح به علي الحسين ويدعايها الحاطب اشتريت مرصفاً للحاق بسخط الحاق فقتلوا مقعداً من النار ثم قال علي بن الحسين يا يزيد ائذن لي حتى اصعد هذه الاخوان فانكم بكلمات الله فيهم رضاء و لھو لھو مجلساء فيمن اجر وثواب قال فابى يزيد عليه ذاك فقال الطرس يا امير المؤمنين ائذن له فليصعد المنبر فلعلنا نسمع

مکہ چھوڑا اور سفر فرمایا کیونکہ عقد الفریس لکھا ہوا کہ عمر بن سعید جو بعد غزلی ولید بن عبیدہ
مخائب بنید حاکم مدینہ معزز ہوا۔ توجج کی امارت بھی اسی کو مضمون تھی۔ ایک روز قبل ترویج
وارد مکہ ہوا۔ وہیں جناب امام حسین بھی تشریف فرما تھے۔ لوگوں نے حضرت سے استدعا کی کہ آپ
ساز پڑھائیں اتنے میں مودن نے اذان دی اور عمر بن سعید نے نماز پڑھائی۔ اس پر لوگوں نے
امام حسین سے کہا اگر آپ نے خود نماز نہیں پڑھائی تو تشریف لیجائے حضرت نے کہا نہیں نماز
جماعت افضل ہے حضرت نے بھی نماز پڑھی اور بعدہ بقصد سفر عراق روانہ ہوئے۔ اسکی خیر خبر
عمر بن سعید کو ملی۔ تو اس نے حکم دیا۔ اطلبواہ اسرا بواکل بعید بین السماء والارض
فاطلبواہ قال فغجب الناس من قوله هذا فطلبواہ فلہریدین مکیہ ص ۲۳۱ جلد ۲
یعنی پکڑو انکو اور جو ادیش آسمان و زمین میں ملے اس پر سوار ہو۔ اور انکو لاؤ۔ لوگوں کو اس کے
اس قول سے تعجب ہوا اور حضرت کی جستجو میں روانہ ہوئے مگر نہ پایا۔

جس فقرہ پر لوگوں کو تعجب ہوا وہ درحقیقت قابل تعجب نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کے خیال میں
خدا و رسول کا وجود ہی نہ تھا آسمان و زمین پر اپنی حکومت جانتے تھے پھر کیوں نہ آسمان
وزمین کے اونٹوں پر اونکی حکومت ہوتی۔

رہا یہ بیان کہ حضرت امام حسین نے اُس کے ساتھ نماز پڑھی محض اقترا ہے کہ وہ حضرت ان سھو
کب اس قابل سمجھتے تھے کہ کوئی مسلمان انکی اقتدار کے چچا کیلک امام حسین اسکی اقتدار کریں۔ اور وہ
بھی ایسے عالم میں جب آپ اسکی اور یزید کی حکومت سے ٹکرا رہے تشریف لیجا رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اسکی انتظار کی کہ جب یہ لوگ نماز میں مشغول ہوں تب روانہ ہوں
جس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت بھی شریک جماعت تھے یا بالقصد ایسی وضعی روایت
بنائی ہے جس سے صلوا خلف کل بروفاجر کی تصدیق ہو۔

بہر حال حضرت کا خود اقدام نہ کرنا نماز پر اس مصلحت پر مبنی تھا جس سے اپنے بیت اللہ میں
رہنا پسند کیا کہ میری خوزیری سے اسکی حرمت زائل ہوگی۔ کیونکہ یہ ضرور تھا کہ اگر آپ ایسا
قصد کرتے تو ٹرائی ہوتی۔ اور اسکی جماعت کا انتظار اس غرض سے کہ یہ لوگ نماز میں مشغول
ہیں اور ہکو گرفتار نہ کر سکیں چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ بعد نماز اسے حکم دیا آسمان و زمین کے

من طاف و سہی انابن خیر من حجر
 ولہی انابن من حل علی البراق فی
 اہوی انابن من اسوی بہ المسبح
 الحرام فی المسبح لا یقتضی انابن من
 بلغ بہ جبریل المسبح راعی اللہ ہی
 انابن من ذی فتنی نکات قاب
 قوسین او اذلی انابن من عیسیٰ
 بلا لک الشہام انابن من اوحی لہ
 الحلیل ما اوحی انابن محمد ن
 المصطفیٰ انابن علی المصطفیٰ انابن
 من ضوب خراطیم مخلوحتی قالوا
 لا الہ الا اللہ انابن من ضوبین
 یدی رسول اللہ لیسعین و طعن
 نجین و ہاجر الجورتین و بایع
 البیعتین و قاتل بید روحین
 و لہ یکف باللہ طرفہ حلین انابن
 صالح المومنین و وارث النین
 و قاطع المحدثین و یعسوب المسلمین
 و نزل المجاہدین و نزل العابدین
 و تاج البکاعین و اطیب الصابین
 و افضل القائمین من آل السین
 رسول رب العالمین انابن
 المویہ عیسیٰ بن مضر و مکیا علی

ہیں صدیق اور ہم میں سے طیار اور ہم میں
 ہیں اسد اللہ واسد رسول اور ہم میں سے
 ہیں سبطین امت کے من و فنی فتنہ و فنی
 و من لہ عرفی انابن عجبی و نسبی
 حبش عیسیٰ پچانا اسے پچانا اور حبشہ پچانا
 اسکا واکہ کرنا ہوانہ اسب و نسب انابن
 انابن کہ موی انابن زفر و اعفا اسکر وہ
 حرم میں ہوں فرزند کہ موی میں ہوں فرزند
 زفر و صفا بل فرزند اسکا جسے اوشیا یا اس
 زکوۃ کو طرات روا میں ہیں ہوں فرزند
 بہترین ان لوگوں کا جسے حج میں لنگ
 باندھی اور روا اوشی میں ہوں فرزند
 بہترین ان لوگوں کا جسے نفل پہنی اور پشہ
 پاچلا میں ہوں فرزند بہترین او کا جسے
 طواف کیا اور سعی کی میں ہوں فرزند
 بہترین اسکا جسے حج کیا اور بیک کہا میں
 ہوں فرزند اسکا جو سوار کیا گیا براق پر
 ہوا میں میں ہوں فرزند اسکا جسکو شہ
 وقت لیکے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہوں
 فرزند اسکا جسکو پہنچا یا حیرل نے سدرہ
 المفتیٰ تک میں ہوں فرزند اسکا جو قرآن
 حوا پس لگا ہوا میں کہ تھا فاصلہ و کوٹا
 کا یا قریب تر اس میں ہوں فرزند اسکا جسے

منہ شیء فقال انه ان صعد لم
ينزل الا بفضيحتي و بفضيحتي
المسفيان فقبل له يا امير المؤمنين
و ما قدر ما يحسن هذا فقال انه
من اهل بيت قد زوال العلم رقا
قال فلم ينزلوا به حتى اذن له فضع
المنبر فحمد الله واشتبه عليه ثم
خطب خطبة ابكى منها العيون
واوجل منها القلوب ثم قال
ايها الناس اعطينا سنا

وفضلنا السبع
اعطينا العلم والحلم والسماحة و
الشجاعة والحمية في قلوب المؤمنين
وفضلنا بايات من انبيى المختار محمد
ومن الصديق ومن الطيار ومن
اسد الله واسد رسوله ومن
سبط ائمة الائمة من عرفنى فقد
عرفنى ومن لم يعرفنى ابنا بحسبى
وذهب ايها الناس انا بن مكة و
منا انا بن زمزم والصفاء انا بن
من حلى الركن باطراف الردا انا
بن خير من ائمة و ائمة بنى انا بن
خير من ائمة و ائمة بنى انا بن خير

کروں جن میں خدا کی رضا ہو۔ اور تیرے
ان ہنشینوں کے لئے اجر و ثواب ہو۔
یزید نے انکار کیا تب لوگوں نے کہا اے
امیر المؤمنین انکو اجازت دیجئے کہ منبر پر
جاویں کہ ہم لوگ کچھ کلام انکاسین۔
تب یزید نے کہا اگر یہ منبر پر جائیگے تو بغیر
فضیحت کئے میری اور فضیحت آل ابی
سفیان کے نہ اترینگے لوگوں نے کہا
ابھی انکو یہ قدرت کہاں ہے کہ اچھی طرح
کلام کر سکیں۔ یزید نے کہا جیسا کہ یہ ان
اہل بیت سے ہیں جو طفلی میں علم سے پر
کئے گئے ہیں جیسا کہ طائر نے چو کو کو انا
بہرے ہیں راوی کہتا ہے یہ ان لوگوں
نے اصرار کیا کہ آخر یزید نے اجازت دی
اور وہ حضرت منبر پر گئے اور حمد و ثناء
آپ ہی بجا لاکر ایسا خطبہ پڑھا جس سے انھیں
گریان اور دل تڑپان ہوسے پھر فرمایا
ایہا الناس بکوچہ پیر میں عطا ہوئی ہیں
اور سات باتوں سے فضیلت دی گئی ہے
ہم کو دیا گیا ہے علم و حلم و سماحت و فصاحت
و شجاعت و محبت مومنوں کی دلیں
اور ہم کو فضیلت دی گئی بسبب اسکے کہ ہم
میں سے ہیں ہی مختار محمد اور ہم میں سے

و ابو البسطین الحسن والحسین
 ذاک جدی علی بن ابیطالب ثم
 قال ان ابن فاطمة الزهراء ان ابن
 سیدة النساء فلم یزل یقول انا
 انا حتی ضجر الناس بالبکاء
 والنحیب وحشی یزید ان یكون
 فتنه فامر المودن فقطع علیه
 الکلام فلما قال المودن الله
 اکبر الله اکبر قال علی لاشی اکبر
 من الله فلما قال اشهد ان لا اله
 الا الله قال علی بن الحسین شہد
 انما شہری و لشہری و لخمی و دمی
 فلما قال المودن اشهد ان
 محمد رسول الله التفت من
 فوق المنبر الی یزید فقال محمد
 هذا جدی ام جدک یا یزید
 فانزعمت انه جدک فقد کذب
 و کفرت و انزعمت الله جدی
 فلم تقلعت عترته قال و فرغ المود
 من الاذان و الإقامة و تقدم
 یزید فضیلة صلوة الظهر قال و
 سر و عی انہ کان فی مجلس یزید هذا

مشرکین و تیرا مارا ہوا خدا کا منافعین پر اور
 زبان حکمت و عابدین و ناصرین اللہ و ولی
 امر اللہ و بستان حکمت اللہ و مستوی علم اللہ
 جو اوچی جمیل خندہ روز کی اطہی رضی کثیر الاقدار
 و شمنونیر پڑا صاحب بہت صابر علوم مہذب
 قوامہ قاطع اصحاب مفرق احزاب سب زیادہ
 جہاد میں مضبوط العنان اور قوی ثابت القلب
 اور سب زیادہ کدہ جانیا والا اپنے ارادہ پر پورہ
 ارادہ الشکیمہ یعنی حضرت علی بوجہ اعتماد اپنی بہادر
 اور قابو کے اوپر دشمن کے کسیکا انقیاد نہ فرما
 تھے ایسے شیر شجاع کہ پس ڈالتے تھے دشمنوں کو
 معرکہ میں جہوت مجتمع ہوتی تھیں سناہیں اور
 قریب ہوتی تھیں عنانیں مثل پیسے چکی کے اور
 متفرق اور پر آگندہ کر کے اور اڑتے تھے آنکھوں
 لڑائیوں میں جیسے ہو آگیاہ خشک کو متفرق و
 پر آگندہ کر کے اور اڑتے تھے شیر حجاز - سردار
 عراق - کئی - مدنی جعفری - بدری - احدی
 شجری - مہاجر - قوم عرب میں انکے سردار
 و نام میں انکے شیر و ارباب المشعرین و ابوالحسن
 الحسن و الحسین پیسہ جد عالی علی بن ابی
 طالب ہیں پھر فرمایا میں ہوں فرزند فاطمہ
 زہرا کا میں ہوں فرزند سیدۃ النساء کا پس برابر

انما ابو الحامی عن حرم المسلمین
وقائل المارقین والناکثین و
القاسطین والمجاهدین اعداء
الناصبین والفخر من مشی من
قولیس اجمعین واول من اجاب
واستجاب الله ورسوله ملقونین
وہو اول السابقتین وقاصم المعتدین
ومیدان مشکوین وسهم من فرامی
الله علی المنافقین ولسان حکمۃ
العابدین وناصر دین الله و
ولی الله ونبستان حکمۃ الله ویمسبۃ
علمہ سمحی بقی بھلول زکی الطحی
رضی مقلدہم صابریہم وفدا
قوام قاطع الاحزاب ومفرق الاخوان
اسبطھم عنانا واثبتھم حیانا و
امضاھم عزیمۃ واشدھم شکیۃ
اسد باسل بطھم فی الحرب اذا
ازدلفت الاستقامۃ ویرت الاعمہ
طحن الراوید ورمھم فیما ذر الریح الھشیم
لیث الحیا سید العراق کل مدنی
حنفی عقی بدری احدی شجری
منہا جری من العرب سیدھا و
منہا لویا لیسھا وارسا المشعرین

نماز پڑبانی ماکلا آسمان کو میں ہوں فرزند اسکا
جسکی طرف وحی کی رب جلیل نے جو وحی کی۔
میں ہوں فرزند محمد مصطفیٰ کا میں ہوں فرزند
فرزند علی نقی کا میں ہوں فرزند اوس کا جسے
مارا خرطو مہا سواران خلق کو بہانیک بالالہ
اللاہ کے قائل ہوئے۔ میں ہوں فرزند اسکا
جسے پیش رسول بہا کیا۔ دوسیف سے اور
طعن کیا دوزخوں سے اور ہجرت کی دو ہجرت
اور بیعت کی دو بیعت اور قاتل کراہد
وچغین ہیں۔ اور زکھر کیا ساتھ اللہ ایک شہم
زدن۔ میں ہوں فرزند صالح المؤمنین
وارث انبیین قاصم الملحیدین وعیوب الدین
نور المجاہدین زین العابدین کج البکائین
اصبر الصابرین وفضل القائمین بک آل
تیس رسول رب العالمین سے۔ میں ہوں
فرزند اسکا جو تائید کیا گیا ساتھ جبریل کے اور
نصرت کیا گیا ساتھ میکائیل کے۔ میں ہوں
فرزند حامی حرم مسلمین وقائل المارقین و
الناکثین والقاسطین ومجاہد دشمنان
ناصبین اور فخران کو گونجا جو چلے تا محمدی
سے اور اول انکا جسے اجابت واستجابت
کی اللہ ورسول کی مؤمنین ہی اور اول
سابقتین ولیل کنندہ عالمین وہاں کنندہ

الحسین ہیں اوسنے پوچھا کون جسٹین کہا فرزند علی بن ابی طالب نب اوسنے پوچھا ان اوسکی
 کون ہے کہا ان اوسکی فاطمہ دختر محمد تب اوس عالم نے کہا یا سبحان اللہ تو جو حسین
 دختر زادہ مہارے بنی کا ہے جسکو تم سب نے ایسا جلد قتل کر ڈالا ہے کیا برا سلوک کیا تم لوگوں
 نے بعد اپنے پنی کے اوسکی ذریت کے باب میں۔ قسم خدا کی اگر فرزند عمران درمیان ہم لوگوں کے
 کوئی اولاد اپنے صلیب چھوڑے تو ہم گمان کرتے ہیں کہ ہم سب اوسکی عبادت کرتے سولے
 پروردگار اپنے کے اور تم لوگ سوا اسکے نہیں ہے کہ بنی تمھارے ابھی کلاتھے جدا ہوئے ہیں
 اور تم لوگ چڑھ دوڑے اوسکے فرزند پر اور اوسکو قتل کر ڈالا کیا بری امت ہو تم لوگ
 راوی نے کہا پس یزید نے حکم دیا کہ تین مرتبہ کلا اوسکا گھوٹا گیا پس وہ عالم یہ کہتا ہوا
 اوٹھا کہ چاہو تلک مجھ کو مارو چاہو قتل کر ڈالو چاہو چھوڑ دو میں اپنی توریت میں پاتا
 ہوں کہ بیشک جو کسی بنی کی ذریت کو قتل کریگا وہ ہمیشہ ملعون رہیگا جب تک باقی
 رہیگا پس جب مرجائیکا اللہ تعالیٰ اوسکو آتش جہنم میں داخل کریگا۔ ۵

اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن اسفہانی نے بھی جو اعظم علماء اہل سنت سے ہیں اپنی کتاب
 نور العین فی مشہد الحسین میں کچھ لکھا ہے لکھا ہے بعض فقرات خطبہ میں اختلاف ہے اسلئے
 اوسکو علیحدہ نہیں لکھا۔ اسکے بعد لکھتے ہیں۔

کہا راوی نے کہ فرمایا امام جعفر صادق
 نے جب یہ خطبہ مسلمانوں نے سنا تو
 عجیب طرح کا شور مام و بکا قائم ہوا
 جس پر یزید نے چاہا کسی طرح یہ سلسلہ
 کلام منقطع ہو لہذا اپنے بیوذن کو حکم
 دیا کہ اذان کہئے اللہ اکبر۔ اشد
 ان لا الہ الا اللہ کے بعد پچھن
 نے اشد ان محمد الرسول
 کہا تو ایم نے قسم دیکر اوسکو یہ کیا

قال الراوی روی عن جعفر
 الصادق ان عند ذلک صاحت
 الناس بالمکاء والغیب فقص
 یزید ان یقطع کلامہ بالاذان
 و اشار لمؤذنہ بیوذن فقال اللہ
 اکبر فقال علی اللہ اکبر فوق
 کل کبر فقال اشہد ان لا اللہ
 الا اللہ فقال علی اشہد ان
 لا الہ الا اللہ فقال اشہد ان

حبر من حبیب الیہو دفقال من
 هذا الغلام یا امیر المومنین
 قال هو علی بن الحسین قال
 فمن الحسین قال ابن علی بن
 ابیطالب فقال من امه قال
 امه فاطمة بنت محمد فقال
 الحبر یا سبحان الله فہذا ابن
 بنت نبیکم قتلتموه فہذا العتر
 نبیہا خلفتموه فذریۃہ واللہ
 لو ترک فینا بن عمر ان سبطا
 من صلبہ لطمنا انا کما لنعیدہ
 من دون ربنا وانتم انما قاتل
 نبیکم یا لامن فو بشتم علی
 ابنہ فقتلتموه لا سوء لکم من ام
 قال فامر بہ یزید لعنہ اللہ
 فوحی فی حلقہ ثلاثا فقام
 الحبر وہو یقول ان شعثکم
 فامتلونی او فذرونی فانی
 اجد فی القویۃ ان من قتل
 ذریۃ نبی لا یزال ملعونا
 ایدا ما بقی فاذا مات یصلیہ
 اللہ ناسر جہنم ۵

فرماتے رہے ہمارا انا یہاں تک کہ کو کون نے
 شہر و نالہ و کھانہ کیا اور یہ بڑا کہ البانیہ
 کہ کوئی قتلہ کیا ہو پس صبی ذن کو حکم
 اذان دیکر کا ہم حضرت کا منقطع کر دیا جب
 موزن نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر فرمایا
 حضرت علی بن الحسین نے کوئی شہ اللہ سے
 بزرگتر نہیں ہے کہ جب کہا اوس نے اٹھنا
 ان لا الہ الا اللہ فرمایا حضرت علی بن
 الحسین نے کہ اسکی شہادت دی ہے میرے
 بال میرے دوست میرے کوشت میرے خون
 نے یہ جیب موزن نے کہا اللہ ہدایت
 محمد ارسول اللہ حضرت با اسے منہ
 سے نکلتے ہوئے طرف یزید کے اور فرمایا کہ
 یہ محمد سے جھڑپا تیرے جہ میں اسے یزید
 اگر تو نے گمان کیا کہ وہ حضرت تیرے جد
 میں پس تحقیق تو نے تجھ کوٹا کہا اور کھڑکیا
 اور اگر تو نے گمان کیا کہ وہ حضرت میرے
 جد میں پس کیوں تو نے اونکی عترت کو قتل
 کیا راوی نے کہا کہ موزن اذان داتا
 سے قانع ہوا اور یزید آگے بڑھا اور نماز ظہر
 پڑھی۔ کہا صاحب مناقب اور یہ بھی ردا
 کی گئی ہے کہ اس مجلس یزید میں ایک عالم
 علمائے یہود سے تھا پوچھا اوس نے یہ کون کون ہے اسے امیر المومنین یزید نے کہا یہ علی بن

الامیران الذی عقد الرايات
ووضع الاموال وجیش الجیوش
واہل الکتب واعد واعدھ
الذی قتله فقال من فعل ذلک
فقال انت فغضب منہ ودخل
منزلہ لہ صفیۃ نور العین مطبوعہ مصر
یزید نے پوچھا وہ کون شخص ہے جس نے بن نیر نے کہا تو۔ یہ حملہ سکر یزید غضبناک ہوا اور
اپنے حرم سرا میں چلا گیا۔

جب سلسلہ از حصین بن نیر تک پہنچیں
تو اس نے بھی پہلے ہی کہا پھر کہا اے
امیر اگر تو چاہتا ہے کہ اوتکے قاتل کو دریا
کے تو جان جسے لشکر بھیجے۔ نشان مقرر
کئے۔ مال و دولت خرچ کیا۔ فرمان بھیجے
اوعد و وعید کیا وہی قاتل حسین ہے۔
یزید نے پوچھا وہ کون شخص ہے جس نے بن نیر نے کہا تو۔ یہ حملہ سکر یزید غضبناک ہوا اور

افان کے متعلق یہ واقعہ بھی دیکھا گیا ہے کہ حضرت سکینہ کے مقابلہ میں جب تک جانا
امام حسین شہید ہوئے تھے۔ عثمان کی بیٹی نے یہ فرمایا کہ میں شہید کی بیٹی ہوں اور سوت
حضرت سکینہ خاموش ہو رہیں۔ ٹھوڑی دیر بعد جب افان میں مومن نے اشد
ان محمد الرسول اللہ کہا تو حضرت سکینہ نے عثمان کی بیٹی سے پوچھا کہ میرے جد
پس یا تیرے۔ جس کے جواب میں دختر عثمان نے کہا اب کبھی میں آپ کے مقابلہ میں فخر نہ کروں گی۔
امر یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی اس لئے محقق لکھا۔

تیسرا واقعہ

اس کے لئے میں کوئی زمانہ نہیں مہیں کر سکتا کیونکہ یہاں یزید کا ایک شعر لکھا جاتا ہے
جس میں اس نے افان کا ذکر کیا ہے۔ ان اشعار سے عام طور پر علماء اہل سنت
کفر و فسق یزید پر استدلال کیا ہے لہذا درج تاریخ کیا گیا۔
وہ شعر یہ شعر

عصوات الاذان

شغلتنی نقم العبدان

اس شعر کے ساتھ چند شعار اور ہیں۔

واسمعی اصوات الاذان

معشر الذی مان قو موا

واترکوا ذکر المعانی

واشربوا کاس کل مدام

محمد رسول الله فقال على بالله عليك اسكت فسكت ثم قال يا يزيد اكان محمد جدی ام جدك فان قلت جدی فانت صادق و ان قلت جدك فانت كاذب فقال بل جدك فقال لم قتلت ذریتہ و سببت حرمہ فسكت ثم ضجعت الناس بالبكاء و الخشب و قالوا هذه مصيبة في الاسلام فعند ذلك خشي اليزيد علم نفسه من القتل و قال ايها الناس انظروا اني قتلت الحسين فلعن الله من قتله اثم قتله عبدا لله من بني ادم على بالبصرة ثم امر باحضار من اتى برأس الحسين و من معها ليسا لهم كيف كان قتله فحضروا بين يديه فقال لابن ربي و بك ان امرتك بقتل الحسين فقال لا لعن الله قاتله و لم يزلوا كذلك الى ان وصل السؤل الى حصين بن ضير فقال مقاتلهم ثم قال تريد ان اخبرك بمن قتله فقال نعم فقال اعطني الايمان فقال لك الايمان فقال اعلم بها

اور جانب یزید مخاطب ہوئے فرمایا اسے یزید یہ محمد تیرے جد ہیں یا میرے اگر میرے جد ہو نہ کا اقرار کیا تو سچ کھا اور اگر اپنا جد کھا تو کاذب و دروغ ہو یا یزید نے اقرار کیا کہ نہیں بلکہ آپ کے جد ہیں تب حضرت نے کہا پھر تو نے کیوں اونکی اولاد کو قتل کیا اونکے اہل بیت کو اسیر کیا یزید ساکت ہو گیا اور تمام مجمع میں شور بکا قائم ہوا اور سب نے کہا یہ اسلام میں نہایت سخت مصیبت ہے اس وقت یزید کو خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو مجھے قتل کر دہیں تب یزید نے کہا ایہا الناس تم گمان کرتے ہو کہ میں نے حسین کو قتل کیا خدا لعنت کرے اونکے قاتل پر۔

قاتل اونکا عبید اللہ بن زیاد ہے جو ہماری طرف سے مصر کا عامل ہے اسکے بعد یزید نے حکم دیا کہ جو لوگ سر شہداء لائے ہیں اونکو بلا کر گواہی لو اور پوچھو جب سب طلب ہوئے تو پہلے شیت ابن ربیع سے پوچھا اونے کہا تو نے نہیں حکم دیا خدا قاتل حسین پر لعنت کرے۔ یہ گواہیاں

لست من خذاف ان لم انتقم من بنی احمد مکان فعل

جس سے معلوم ہوا کہ یزید کا بھی وہی عقیدہ تھا جو ابوسفیان کا تھا کہ نہ رسالت ہے نہ نبوت نہ وحی کا نزول ہوا۔ صرف ناک گیری کے لئے یہ سب کیا گیا۔

لیکن عقد الفدیہ میں ان اشعار کو واقعہ حراسی متعلق لکھا ہے۔

و نعت مسلم بن عقبہ بن ریحان المذنبی فلما القیت بینہ یہ جعل یتمثل

یقول اب الزبیر ہی یوم احد لبت اشیاخی مبد رشتہ والخر فقال له

رجل من اصحاب رسول اللہ ارتد بدت عن الاسلام یا امیر المومنین

قال بلی نستغفر للہ قال واللہ کما انک ارضا ابدان خجعتہ صفیہ بن جراح

یعنی جب یہ اشعار پڑھے تو ایک شخص نے یہی کہ رسول اللہ سے کہا رو تم قرعہ ہو گئے اسلام سے

اے امیر المومنین، یزید نے کہا ان ہم استغفار کر لیتے۔ اس صحابی نے قسم کھائی کہ اب ہم بھی

وہاں نہ رہیں گے جہاں تم ہو گے یہ کھارہ ہائے یہاں چلے گئے تھے کہ صحابی رسول او سکوتر بھی

کھاتے ہیں اور وہ بھی اپنے اتراد کا اقرار کرتا ہے اس پر بھی احتجاج امیر المومنین

یا دکر تے ہیں انشوس!

سب اہل بیت طاہرین کا رو دیند پرچہ تو اس وقت وہ اپنے محل حیرون میں تھا جو تابع

اموی کی مدد میں تھا۔ یزید نے یہ اشعار پڑھے۔

لما بدت تلك المحمول واشرفت تلك الشئوس علی ربی حیون

لعت الغراب فقلت حج اولاً تتم فلقند قضیت من البنی دیونی

قال فی التذکرہ قال الزہری لما جاءت الروس کان یزید فی منظر علی حیدر

فانشد لنفسه لما بدت الخ

جس سے صاف معلوم ہوا کہ یزید جناب رسول اللہ کو اپنے اور خولون کا دیون اور مقروض

سمجھتا تھا جو حضرت کے حکم سے اس کے اجداد و اعمام قتل ہوئے کہ سرے شہداء دلچسپ کرتا ہے

آج پنے اپنا فرض وصول پایا رسول اللہ سے

یہ اشعار بھی یزید کے ہیں۔

شغلتنی نغمۃ العیدان عن صوت الاذنان
و تعوضت عن الحوی عجمونا فی الزمان

یزید کے اس قسم کے اشعار بشا پر جسے اس کی کمال درجہ کی برائی یا کفر یعنی ثابت ہے
چنانچہ علامہ ابن الجوزی جنہی رسالہ رد المتعصب العنید میں لکھتے ہیں، قال
انا نا مجاہد قال حتی براس الحسین بن علی فوضع بین یدی یزید
بن معاویہ فتمثل بہذین البیتین

لیث اشیاخی بد رشہا جزع المخرج من وقع الا
لاهلوا واستهلوا فرجا شوقا الی لغب لا شغل

قال مجاہد نا فوق قبرنا شعر اللہ ما بقی فنعسک لک الا نزلک اے سادہ
وامہ قلت ہذا الا بیات الزین الزبیری ثم نقل شیعہ ما مہا و قال و ذلک
ان المسلمین قتلوا اہلوم بدر مہم خلفا فقتلوہم و اہل احد خلقا فاستشہد
بہ یزید و کانہ غیر بعضہا و یکفی استشہادہ بہا حزبا یعنی جب سربراہ
امام حسین کا یزید کے سامنے لا یا گیا تو اس نے ان اشعار کو کہ ابن الزبیری کے ہیں پڑھے جس کا خلا
مطلب یہ ہے کہ جو شیوخ ہمارے بروز بد قتل ہوئے اگر ان وہ زندہ ہوتے اور اس واقعہ کو دیکھتے
تو نہایت درجہ خوش و سرور ہوتے اور ہمارے حق میں دعا کرتے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں
کہ یزید نے ان اشعار میں پورے طور پر اپنا نفاق ظاہر کیا جس سے تمامی رعایا و اہل لشکر
نے اس کی لامت کی۔ یہ اشعار وہ ہیں جنہیں ابن الزبیری نے واقعہ احد و بدر کے متعلق
نظم کیا کیونکہ جنگ بدر میں بہت سے کفار مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور جنگ احد
میں بہت سے مسلمان کافروں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ اوسیکو ابن الزبیری نے
نظم کیا۔ اور یزید نے ان اشعار کو شہادت امام حسین کے متعلق پڑھا جو اس کی خسارت
و خذلان کے لئے کافی ہے تمام ہوا کلام مجاہد۔

ان اشعار کی ابتدا ان اشعار سے ہے۔

لعبت ہا شمر الملک فلا خیر جاو لا وحی منزل

خوشی ہوتی تھی جس سے یہ قہاس ہو سکتا ہو کہ اذان سے بھی حضرت کا نام نکال دیا گیا ہو گا مگر کسی روایت میں بھی تک اسکی تصریح نہیں دیکھی گئی۔ ہان ابن الزبیر کی نسبت یہ بھی لکھا ہے وامن الذبیر ومن وراہ حتی ان للمسجد للحدی یعنی ابن الزبیر نے امین کیا اور جو چھپے اوسکے تھا یہاں تک کہ تحقیق گونج اودھنی مسی صباہ المقصد بن صہ اور آئندہ جملہ معلوم ہو گا کہ اس کی یاد کی نسبت حضرت ابو ہریرہ کی طرف ہے جو موزن تھے مردان کے برابر خلافت معویہ۔

خلافت مروان

یہ خلافت درمیان خلافت ابن الزبیر و عبد الملک قرار پائی جو بحقیقت خلافت بھی نہیں قبول کی گئی۔ تاہم اسکے آثار اذان کے متعلق اتناک موجود ہیں۔ کیونکہ پہلے لکھ آئے ہیں۔ فقہیم خطبہ میں مروان کا نام بھی حضرت عثمان اور معویہ کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ہان آئین مسلمان بھی انکا نام آیا ہے چنانچہ حافظ احمد علی صاحب حاشیہ بخاری میں عمدۃ القاری سے نقل کرتے ہیں ”ابو ہریرہ و موزن تھے مران کے اور شرط کی تھی کہ مروان صاحب ولا الضالین اوسوقت کہیں جب اونکو معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ بھی داخل نماز ہو گئے جب مروان ولا الضالین کہتے تو ابو ہریرہ آمین یا وارہلند کہتے اور کہا کرتے کہ زمین والوں کا آمین کہا جب آسمان والوں کے آمین کے موافق ہوتا ہے تو وہ لوگ جنت کے جاتے ہیں۔“ یہ مسئلہ بھی طرہ مسائل مختلفہ سے ہے جس میں حنفیوں اور اہل حدیث نے اس قدر اختلاف کیا ہے کہ کتر لوگ ہو گئے جو ان اختلافات سے ناواقف ہوں۔ حالانکہ اصلیت اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ مروان کو روکنے کے لئے کہ کوع میں نہ جائیں ابو ہریرہ یہ لفظ آمین پھرتے تھے تاکہ ہم بھی شریک جماعت ہو جائیں! اسکو صحابہ پرستوں نے ایک رکعت قصور کیا تا کہ لا لکھ اسکی کوئی اصلیت نہیں۔

ایک روایت اور ابو ہریرہ ہی سے منقول ہے کہ وہ موزن تھے اور امام سے شرط کی تھی کہ بلا شرکت میرے ولا الضالین نہ کہیں شاید وہ اقامت میں یا درستی صف وغیرہ میں مصروف رہتے سعید بن منصور نقل ہیں ابو ہریرہ بحرین میں موزن تھے اور امام جماعت عمار بن حضری تھے عقدہ نصین صغیر۔

عليه هاني و اعلى وترى
حديث يوسفان قد ما سئلها
الاهات يفتني علم ذاك قهوة
اذا ما نظرنا في امور قديمه
وان مت يا ام الاحيمر فالتكى
فان الذي حدثت عن يوم بعثنا
ولا بد لي من ان ازق محمد
بذلك اني لا احب الساجيا
الى احدثى اقام البواكيا
تخيرها العبي كرماشاميا
وجدنا حلالا شيها متواليا
ولا تاملى بعد العراق تالافيا
احاديث طسم يجعل القلبها
يهشموله صفراء تروى عظاميا

ان استاريس وه ملعون قيات او حشر وشر من انكار كرتا ہے

قال القرظ على و منها

ولم يس الاخر فاضل بردها
اور مروج الذهب سعودی میں ہے کہ یزید یلید نے عبد اللہ بن زبیر کو یہ اشعار لکھے
ادعوا اليها في السما عاتني
ادعوا عليك رجال عك و اشرا
كيف الجاة ابا خبيب منهم
فان قبل لنفسك قبل ان العسكرا
یعنی تو اپنے اوس خدا کو کاخو آسمان میں ہے کہ میں تجھے لشکر عک و اشعر و انہ کرتا ہوں۔
ہو سکے بعد دیکھ کیونکر تجھے نجات ملتی ہے۔

اس قسم کے اشعار جن میں کفریات یزید مذکور ہیں اگر لکھے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو لہذا اختصار السبک
ناظرین! اس اذان کے متعلق ابوسفیان رضویہ یزید کے حینا لات ظاہر ہو چکے اوپر غور
فرما کر فیصلہ کر لیں کہ یہ لوگ مسلمان تھے یا کیا ؟

خلافت عبد اللہ بن الزبیر

اگرچہ ابتدا اسکی تو یزید کی خلافت سے شروع ہے مگر انی لکھی بعد یزید انکی خلافت میں اسقدر
تو اکثر تواریخ میں مرقوم ہے کہ چالیس روز تک رسول اللہ کا نام خطبہ سے نکال دیا گیا تھا۔
ابن الزبیر حضرت کا نام لینے نہ درود و سلام کہتے کہ اس نام نامی سیونی ہاشم کو ایک طرح کی

من فی صلبہ رد اہما الحافظ جلیلی نے دہلی المذنبۃ المعادۃ حیات
حکات اذ دہلی سیالغ فی سب علی داند اسزل و دہلی سعید بن العاصی کف
عہدہ صریحاً

دہلی کی یہی روایتیں اس بارے میں مقبول ہیں کہ حضرت نے پھر مروان پر اور اسکی اولاد پر
لعنت فرمائی کہ حافظوں نے اپنی مسندوں میں اسکی روایت کی۔ مروان چند مرتبہ بیجا پڑا
حاکم مدینہ ہوا اور جب حکومت اوسکو ملتی تھی تو بہت مبالغہ کرتا تھا دشنام جناب امیر میں اور
جب وہ مغزول ہوتا اور اسکی جگہ سعید بن عاص مقرر ہوتا تو دشنام دہی کو موقوف کر دیتا
افسوس کہ جس شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور وہ اسلام میں ایسا رخصت ڈالے
کہ حضرت عثمان اسکی بدولت قتل ہوئے اس میں مروان کی پیروی کی جائے امور شرعیہ میں اور
اسکی حدیث مقبول ہو صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل کی جائے۔ اب آپ ہی غور فرمائیں اور یہ
آیات رسول کے حامل ہیں۔ اسنت مروان کے حامل جسقدر اختلافات آئین باجمہار قرآن
بامرم وغیرہ کے متعلق آپ کتب احسان والحمدیث میں ملاحظہ کریں اسکی مینا دہی مروان
کے فعل پر ہے۔ ورنہ بسم اللہ کا پڑھنا یہ آواز بنی ابتداء سے سہرہ میں زیادہ قابل غور و فکر ہے
جسکے پڑھنے سے نماز بھی باطل ہوتی ہے۔ اور پڑھنا اوسکا یہ آواز بلند رسول اللہ سے ہوتا
ثابت ہے جیسا کہ تفصیلی بحث اسکی رسالہ الغیبیہ میں ہو کر رہے

خلافت عبدالملک

اس خلافت کی صحت باضابطہ احمد قتل بن الزبیر مانی جانی ہے مگر اس میں ابھلکی ہی کے
زمانہ میں اذان کے متعلق قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ عمرو بن سعد اشرف کو جو اسی خاندان
کا ایک اعلیٰ عہدہ دار اہل شام اوسکو خلیفہ بنانا چاہتے تھے بلکہ مروان ولیعہد بھی مقرر کر چکا
تھا۔ عبدالملک نے بکروفریب اپنے لشکر دمارۃ میں طلب کیا۔ قید کر چکا تھا ایک رومی کہ خواہ
آلہ بھی اٹھا چکا ہے کہ موزون کی اذان سن کر مسجد گیا اور اپنے بہائی سے کہہ کیا۔ اس غمی
کا کام تمام کر ڈالا۔ گو عبدالملک نے بہائی نے اسکی منت و حاجت پر رحم کیا کہ اسکی طرح

اسی مروان کی ایجاد میں یہ بھی ہے کہ مولانا امام مالک میں ہر پہلا وہ شخص جسے نماز جماعت میں چھپے امام کے قرات کی وہ ایک مرد ٹھہر ہے۔ اس پر مولوی عبدالحی لکھتے ہیں مراد اس سے مروان ہے۔ اور بہت سی روایتیں اس مضمون کی امام الکلام میں موجود ہیں کہ مروان ہی پہلا شخص ہے جسے امام کے پیچھے قرات کی۔

یہ مسئلہ بھی اہلسنت کے یہاں نہایت اختلافی ہے۔ حنفی قائل ہیں کہ نماز جماعت میں مقتدی سواہر حمودہ نماز میں پڑھے نہ اخفانی میں یعنی امام خواہ با واز بند پڑھے یا آہستہ ہر حال میں امام کو قرات نہ کرنی چاہئے۔

سنت قرات
خلف الامام

شافعی قائل ہیں کہ سری اور جہری دونوں میں امام کو قرات کرنی چاہئے۔ اور مالکی قائل ہیں کہ سری میں قرات کرے اور جہری میں نہ کرے۔

حنفی ہر اختلاف کرتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں قرات نہ چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ اور بعض حرام کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قرات سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے دیکھو اسکی تفصیل امام الکلام مولانا مولوی عبدالحی میں۔

یہاں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اختلاف کی خبر مروان کی بہ دولت قائم ہوئی جسے ایجاد کیا کہ نماز جماعت میں امام قرات کرے جسے مختلف قسم کی حدیثیں ٹھٹھنے لگیں جنکا انبار کج ہر صاحب فہم کو کھینچ کر رہا ہے۔ اور انواہو نکلوا حمل اسلام میں مشتبه کرتا ہے۔ جو یہ نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کے افعال میں اور اسلام میں کیا فرق ہے۔

یہ یہ سمجھنا چاہئے کہ مروان کے افعال کا اثر صرف حنفی و شافعی و مالکی کے فقہات ہی تک محدود نہ ہو کہ اسکی حدیثیں مصلح سے بھی قبول کی گئی ہیں جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے وقد اخرج حدیث مروان فی الصحیح البخاری صفحہ ۷۷ جلد ۱

حالانکہ حاکم جاب امام جعفر صادق کی ایک روایت بھی اوس میں نہیں لی گئی بلکہ بخاری صاحب آپکی نسبت فرماتے ہیں اجد فی نفسی متیعی۔ اس پر لطف یہ ہے کہ امامی اہلسنت اسکے بھی قائل ہیں کہ رسول اللہ نے مکرر اس پر لعنت کی با انہیہ اسکے افعال و اقوال شریعت الہیہ میں قابل قبول قرار پائے جیسا کہ کامل میں ہے وقد رویت اخبار کثیرۃ فی لعنہ ولعن

فراخ پھر ایک زینہ بچے اور آتے ہیں۔ یہ مکمل امور بدعت سے ہیں کیونکہ خطیب کو ابتداء سے انتہا تک حصہ رکھ کر صلوٰۃ پڑھنا چاہئے۔

(۶) یہ بھی نہ چاہئے کہ حضرت پر صلوٰۃ و سلام کہتے وقت دہری یا پس قرین
(۷) یہ بھی بدعت ہے جو حضرت پر صلوٰۃ کہتے وقت بخلاف اپنی آواز کو بلند کرتے ہیں جو بالکل خلاف حکم شرع ہے کیونکہ جالہون نے یہ سچا ہے کہ حضرت پر درود بھیجے میں آواز کو بلند کرنا بہتر ہے حالانکہ یہ جہالت ہے کیونکہ درود بھیجنا بھی دعا ہے اور اکثر دعاؤں میں آواز اچستہ کرنا مستحب ہے عموماً۔

اور جہاں جہر کا حکم دیا ہے مثل قنوت وغیرہ کے وہاں اسکا حکم نہیں ہے کہ آواز بلند کجائے۔ تو درود میں آواز بلند کرنا حکم کہاں ہے آیا۔ ہرگز شریعت میں اسکا حکم نہیں ہے۔ کتاباً بلحاظ ضحہ یہ بحث تفصیلاً سابق میں لکھی جا چکی ہے بذیل بدعت اذان ثانی روز جمعہ لہذا اسکا اعادہ فضول ہے۔

مگر اب معلوم ہو کہ اصل موجد اسکے عبدالملک ہیں بعد حضرت عثمان جب پیر کے ملاؤں نے اور بہت سی بدعتوں کا احداث کیا تو اب یہ دعویٰ بہت درست ہے کہ عام طور پر فقہاء اہلسنت کا مدار اکثر اذان احکام پر ہے جنہیں خلفائے مروانی نے اپنے دوران حکومت میں جاری کئے ذکرین مصائب کی نسبت نہیں کہہ سکتے اور کھنوں نے کہا ہے کہ رسم لیا ہے جو کبوتر بلند درود پڑھنے کی مکر فرمائشیں کرتے ہیں۔ خدا ہم سب کو ہر بدعت سے نجات دے صلوٰۃ کا قبول کرنے والا سمیع و علیم ہے عالم السور والخصایا خواہ بلند آواز سے کہہ خواہ آہستہ۔

امام ابو شامہ انھیں بدعتوں میں یہ بھی لکھتے ہیں، کہ موفونون کا ترسل اذان میں ہر دو جمعہ اور مسقرق ہر موفونون کا اذان کہنا بدعت مکروہ ہے امام الحرمین کہتے ہیں کہ موفونون کو تو اسل نہیں مستحب بلکہ اگر وقت دسبغ ہو تو ترتیب دار کہیں اور اگر وقت تنگ ہو تو اطراف مسجد میں منتشر ہو کر اذان دیں کہ ہر شخص کی اذان پوری ہو اور ہر شخص سے اور اقامت ایک ہی شخص کہے اگرچہ تعداد موفونون کی زیادہ ہو۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ یہ حکم اذان اول سے متعلق ہے نہ اوس اذان سے جو روبرو خطیب کئی جاتی ہے بعد اسکے کہ وہ منبر پر جاتا ہے کیونکہ

مقتدر رہنا دیا۔ عبدالملک جب واپس آیا تو اپنے ہاتھوں اسے فرج کیا اور خون نے اس وقت کو اول غدیر فی الاسلام کا خطاب دیا ہے مگر تصحیح تاریخ میں اس روایت کی غلطی ثابت کی گئی ہے۔

عبدالملک کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے غضیف بن حریث ثمالی سے کہا کہ اے ابو اسامہ! لوگوں سے اجماع کرایا ہے ودام وبنز ایک یہ کہ بروز جمعہ لوگ اپنے ہاتھ بلند کریں وعائے لے اور بعد نماز صبح وعصر وعظ ہوا کرے غضیف نے جواب دیا جہاں ٹکوگوئی اور بدعتیں ہیں بوس قبل میری بھی ہے۔ میں اسکو نہیں قبول کر سکتا۔ عبدالملک کیوں بہ کہا اسوجہ سے کہ حضرت نے فرمایا ہے جہاں کوئی بدعت قائم ہوئی ہے وہاں ویسی ہی ایک سنت عموماً ہوتی ہے۔ تو سنت کے ساتھ سنل بہتر ہے احداث بدعت سے۔

اس روایت کو امام ابو شامہ نے اس فصل میں لکھا ہے جسکی نسبت لکھتے ہیں: *در منہاج الدین بدعتوں کے جو عام طور پر مشہور ہیں کہ وہ سنت ہیں وہ امور ہیں جو عوام اور جہالت دارانک اہل علم سے ہیں انکے متکلب ہوتے ہیں۔* *میں وبنز جو ایسی جگہ ہے جہاں ابوالمعروف اور نبی عمر المشرکوں نے کہا سوال قیامت میں خون و لائیں اور دینا سے فقر و لائیں اور آخرت کی عذاب ثابت دلوں میں۔* یہ عقائد زیادہ تر اس قابل ہیں کہ بدعتوں سے اجتناب کیا جائے اور سنت کا اظہار کیا جائے مگر افسوس کہ انہیں مقام غیر زیادہ ان بدعتوں کا رواج ہوتا ہے۔ *میں دین اور بدعتوں کے خلیفہ کا یہ عمل ہے کہ جب میں چڑھتا ہوں لکھتے ہیں تو منہ کو تلواریا عصا سے م دوغہ شہو کرتے ہیں چھوڑا تھوڑا دیکر (۲) اور قبل اسکے کہ وہ نماز کی طرف مخاطب ہوں اور قبل از خطبہ سلام کہیں دیر تک وعادوں میں مشغول رہتے ہیں۔*

(۳) وقت دعا ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں جو بدعت قدیم ہے۔

اس بدعت کے بدعت قدیم ہونے پر وہ روایت لکھتی ہیں عبدالملک کے اجماع کرانے کا مضمون ہے۔

(۴) جب مروی کو بیان کرتے ہیں تو دینے بائیں ٹھرتے ہیں۔

(۵) جب رسول اللہ پر صلوٰۃ و سلام شروع کرتے ہیں تو ایک زینہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور بعد

میں آئے چاہا نماز شروع کریں کہ عائشہ بنت طلحہ نے بھیجا بھی سیر طواف تمام نہیں ہوئے توفیق
 کرو و کان یتعشقھا فامروہ المودن فلف عن الکافۃ چوتھے حرث مذکور عائشہ
 کا عاشق تھا اسلئے حکم دیا مودن کو بھی اقامت نہ کھے جب تک عائشہ طواف سے فارغ
 نہوں بیچانچہ اوس وقت تک سب نمازی بیٹھے رہے نماز اقامت بند رہی جب یہ خبر
 عبد الملک کو پہونچی تو اوسنے حرث کو مغزول کیا۔
 یہ واقعہ صرف اس غرض سے لکھا گیا کہ کوئی واقعہ متعلق اذان رہ نہ جائے۔

اسی قبیل سے یہ حکایت بھی ہے کہ ابن ابی طلحہ مکہ میں اذان دے رہے تھے کہ اخضر جدی کے
 راوس زمانہ کا مشہور گویا، گانے کی آواز آئی کہ عاص بن وائل کے مکان میں یہ شعر گارہا
 ہے

وعلقہا غراء ذات ذوائب ولم یبدل الا تراب من ثلجها حج
 صغیر یری علیہم یا لیت ہذا اذ الیوم لم تکبر ولم تلبس الیہم
 ابن ابی طلحہ حی علی الصلوٰۃ کہا چاہتا تھا کہ اس راگ نے یہ اثر کیا کہ کبھی حاجی علی ابیہم
 جسے تمام اہل مکہ نے سنا۔ دوسرے روز اپنی اس مہوشی کی معذرت کرنے لگا صفحہ اول

خلافت یزید بن عبد الملک

اس خلافت کا نفس اذان میں تو کوئی اضافہ نہیں معلوم ہوتا۔ مگر کلید سے اذان کی بجائے
 اسکی طرف منسوب ہے جسکے بعد پیر و اتیوں کی بھی بھر مار شروع ہوئی دیکھو صفحہ اسی ولید کے
 بارے میں حضرت عمر بن العزیز فرماتے ہیں ولید شام میں حجاز عراق میں عثمان بن جنادہ
 حجاز میں قزو بن شریک مصر میں قسم خدا کی نہیں بھر گئی ہے ظلم و جور سے تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲
 افسوس اسی زمانہ کی نسبت عام طور پر اہل سنت کے یہاں یہ مقولہ کہا جاتا ہے بہترین زمانہ
 میرا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو صحابہ کا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو تابعین کا ہے پھر وہ زمانہ جو متابعین کا
 کا زمانہ ہے اس زمانہ میں صحابہ اور تابعین دونوں موجود تھے

ولید کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے لما وضعت الولید فی الحدة اذا هو یرکض فیکف

اسکا موزن ایک ہی شخص ہونا چاہئے۔ کیونکہ غرض اسکی اقامت شعار اسلام ہے۔ اور یہ بتانا کہ اب خطیب منبر پر کیا ہر شخص کو سکوننا سہ ہے۔ اس میں ایک ہی موزن کو اذان دینا چاہیے۔ اسکے بعد یہ بھی بتایا کہ خطیب کا سیاہ لباس پہننا جس میں رشیم کا اثر نمایاں ہو اور تلوار کے قبضہ پر سونا لگانے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے۔ ہاں صرف سیاہ پٹرا ہونے سے کوئی ہرج نہیں لیکن وہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند عالم کو سفید کپڑا زیادہ پسند ہے۔ ص ۱۵

تاریخی حیثیت سے اس رسالہ کو عبد الملک کے اوس ایجا سے تعلق یہ جو سپر عبد الملک کے اجماع کا دعویٰ کیا۔ اور یہ مطالب ضمناً مذکور ہوئے ورنہ تفصیل اسکی سابق میں لکھی جا چکی ہے۔

اب یہاں ہر شخص کو اوس سید ہے سادہ طریقہ اذان و خطبہ پر خیال کرنا چاہئے جو شیعوں کے یہاں رائج ہے کہ کچھ ان کل بدعتوں سے پاک و صاف ہے اور وہی طریقہ انکے یہاں رائج ہے جو رسول نے جاری کیا اور بڑے بڑے علمائے اہل سنت اوس حد پر اپنے اہل مذہب کو لانا چاہتے ہیں مگر بوجہ اصول ہونے کے کسی طرح کا سیاہ نہیں ہوتے۔

نتیجہ

واضح ہو کہ اوقات استجاب دعا میں وہ وقت نہایت عظمت کا ہے جب خطیب خطبہ اول کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتا ہے اور پھر دوسرے خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس وقت دعا کرنا مستحب اور علماء اہل سنت بھی اسکے قائل ہیں۔ عبد الملک والے اجماع سے اسکو تعلق نہیں۔ بلکہ تبصرع ملا علی قاری بشرح مروان نے حالت قیام میں ہاتھ اڑھاکر دعا کی تھی یا اس وقت جب خطیب منبر پر بیٹھتا ہے۔

تعب ہے کہ ان حضرات نے اپنے یہاں کی اکثر بدعتوں کو لکھا اور اسکے دفعیہ کے فکر میں رہے ہیں مگر اس بدعت پر کسی کو توجہ نہیں ہوتی جو عام طور پر حکام جو رکاز کر کیا جاتا ہے منبر پر دوسرے خطبہ میں اور اوپر جو بدعتوں کا اور اضافہ ہوتا ہے وہ سابقاً لکھا جا چکا

ابو الفرج اصفہانی آغانی میں ایک واقعہ متعلق اذان اسی خلافت میں لکھتا ہے، کہ عبد الملک نے حرث بن خالد کو حاکم مقرر کیا۔ موزن نے اذان دی اور حرث مسجد الحرام

بہت سے موزنون کو اس میں شامل کیا دیکھو صفحہ ۴۴
 امام ابو شامہ لکھتے ہیں کہ تر اسل موزنین اذان جمعہ میں۔ اور متفرق طور پر سکا اذان بنا
 بدعت مکروہہ ہے۔ پھر احیاء العلوم سے ناقل ہیں کہ موزنون کا تر اسل اذان میں کہ کلمات
 اذان کو خوب صمد دیکر ادا کریں۔ اور حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کہتے وقت جو
 قبلہ سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ اور ہر شخص کا علیہ علیہ اذان کھنا بلا فاصلہ جس سے حاضرین
 جواب اذان نہ دے سکیں منکرات مکروہہ سے ہے صفحہ ۴ کتاب الباعث۔

خلافت زید بن زید بن عبد الملک

اس خلیفہ کو تو سب جانتے ہیں کہ نہایت درجہ کا شرابی تھا کہ قصد کیا خانہ کعبہ کی چھت پر چلے
 شرب پئیں۔ اپنی مان بہتوں بلکہ اپنی بیٹی کے ساتھ نہا کرتا۔ اور اپنے بھائی سلیمان بن زید کے
 ساتھ لواطہ کرنا جا جسکے مفصل حالات فسق و فجور سے نام کتب تواریخ مملو ہیں۔ دیکھو تاریخ خلافت
 مکر تاریخ الاذان کے متعلق اور سکا یہ واقعہ نہایت ہی قابل غور ہے کہ ایک روز صبح کی اذان
 جب سنائی تو اس نے اپنی لونڈی سوجہ لڑائی ہی جماعہ کی قسم کہا بیٹھا کہ آج امامت جماعت بھی لونڈی
 کر گئی جو نشہ میں بھی چور تھی اور جنابت کی نجاست میں جو شب بھر بھری تھی۔ اوپر اس
 تازہ نجاست سے اور بھی تازگی ہوئی۔ چنانچہ مجبوری اس لونڈی نے اسی حالت میں
 مردانہ لباس پہنا اور بچاے خلیفہ امام جماعت بنی اور سب کو نماز پڑھوائی۔ دیکھو تفصیل
 اسکی تصحیح تاریخ میں صفحہ ۴۴ اور تاریخ حمیس وغیرہ۔

اس قسم کا واقعہ حضرت عثمان کی خلافت میں بھی ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان کے ماوری
 بھائی۔ ولید بن عتبہ نے نشہ کی حالت میں نماز عظیم پڑھائی اور اپنے مقتدی صحابہ و تابعین
 سے کہا اگر کوہ و چار رکعت اور بڑھا دین جو ایک نہایت طولانی قصہ ہے۔

یہ خلیفہ کل ۳۰ ایام امینہ خلیفہ رہا جسکے بعد نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا۔ اور زید
 ناقص تخت نشین ہوا اور چہرہ امینہ خلیفہ رہا لہذا اسکا بھی کوئی واقعہ متعلق اذان نہ ملا۔
 نجر اسکے کہ عیدین میں جلوس کی ایجاد اسی کی ہے جس نے قلعہ سے مصلے تک دور وہ قطر

یعنی ضرب الکراخ بوجہ تاریخ الخلفاء ۱۵۲

یعنی ولید کو قبر میں رکھا تو کفن ہی میں ہاتھ پیر مارنے لگا اور تاریخ کامل میں ہے کہ جنازہ ہی میں دونوں گھٹنے اوسکی گردن سے ملے معسر اوسکے بیٹے نے کہا والد صاحب زندہ ہوئے عمر بن عبدالعزیز نے کہا: نہیں خدائے اوسکے عذاب میں جلدی کی صفحہ ۱۵۳ جلد ۵

سلیمان بن عبدالملک کی خلافت میں بھی کوئی خاص واقعہ اس اذان کے متعلق نہ آیا جو بیان لکھا جائے۔ مگر اسکا بڑا احسان یہ ہے کہ نماز کی پابندی وقت میں اسنے کوشش کی کیونکہ اسکے ما قبل خلفاء سے بنی امیہ نے بغیر نماز کو رواج دیا تھا تاریخ الخلفاء ۱۵۳

اس خلیفہ نے اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے میں اوسی سنت کا اجرا کیا جسکے موجب حضرت ابوبکر ہوئے کہ وصیت نامہ پر بیعت لی۔ کیونکہ حضرت عمر کی بیعت بھی اسطرح ہوئی تھی۔ فرق اس قدر ہے کہ وہاں حضرت عمر کا نام قبل بیعت لینے کے ظاہر کیا گیا اور عمر بن عبدالعزیز کا نام بند وصیت پر بیعت لینے کے بعد ظاہر کیا گیا صفحہ ۱۵۴ تاریخ الخلفاء

معلوم ہوتا ہے کہ اس نام ہی کے خواص سے ہے کہ اسکی خلافت اسطرح قائم ہو عمر بن عبدالعزیز کی خلافت بھی اذان کے متعلق واقعات سے ملجہ ہے ہاں مسجدوں کے محراب کی ایجاد البتہ انکی طرف منسوب ہے یہ خلیفہ زہر و بکرا مارا گیا تاریخ الخلفاء ۱۵۴

یزید بن عبدالملک ۱۵۵ میں خلیفہ ہوا پہلے قصد کیا کہ عمر بن عبدالعزیز کی روش پر چلیں۔ مگر چالیس شیوخ اہل سنت نے اگر کو ای دی کہ خلفا پر حساب کتاب نہیں ہے۔ لہذا اسنے وہ شہر چھوڑ دی اور اپنے آبائی طریقہ ظلم و جور کو اختیار کیا۔ اذان کے متعلق کوئی واقعہ اسکا بھی نہیں ملتا جو قابل ذکر ہو۔

ہشام بن عبدالملک کی خلافت سے مروان کے اوس خواب کی تعبیر پوری ہوئی جو دیکھا تھا کہ محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا ہے۔ جسکی سعید بن مسیب نے یہ تعبیر دی تھی کہ تیرے لطف سے چار شخص خلیفہ ہونگے تاریخ الخلفاء ۱۵۵

اس خلیفہ کا تصرف اذان عثمانی میں سابقاً قوم ہوا کہ ہشام نے بازار والی اذان کو منسوخ کر کے مینار مسجد پر قائم کیا۔ اور اہل اذان میں یہ احادیث نکال کر پھیلے کہ آدمی مکران و ان دیتے اب

رشید الدین خان صاحب بجواب آن گھنٹہ کہ اگر من جو اذاعتین بعد الدفن در کتب حدیث
نمودہ وہم باز شما را حکم منع آن کہ دام خواہد بود مولوی عبدالحی صاحب فرمودند کہ آنحضرت
صلعم و خلفاء و راشدین غایت شفقت بر امت داشتند چون از ایشان مروی نیست
و ہم در شریعت تلقین بعد الدفن موجود نیست پس امرے را کہ آنحضرت صلعم و خلفاء و راشدین
کمال شفقت بر امت بعمل نیاد و ردہ باشند اختر ع آن بدعت سیکہ باشد مولوی مخصوص
صاحب بجواب فرمودند کہ ازین تقریر لازم می آید کہ امام شافعی کہ قائل بآن است خلافت
شرع گفتمہ باشد مولوی عبدالحی صاحب بجوابش فرمودند کہ در مذہب حنفی نیست مولوی
رشید الدین خان صاحب بجواب گھنٹہ کہ چون تلقین بعد الدفن رایے اصل گفتمہ بودی و چون
مذہب شافعی خلاف شرع نیست لہذا مولوی مخصوص اللہ صاحب بجواب مذہب نقص بر شما
دارد کردہ اند و بنا بر عرض میکنم کہ چون اصل اذان بعد الدفن تلقین میت بعد از دفن
است و ہر گاہ تلقین بعد از دفن در حدیث شریف موجود باشد پس اذان بعد الدفن را کہ
اصل آن در شرع موجود است بدعت سید گھنٹہ را بنا شد مولوی عبدالحی صاحب فرمودند
ترد من بدعت سیکہ است لیکن کہ منع از ان نمیکنم انتہی مختصر
ان تغیرات و احکام سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ علماء اہل سنت کے اختیارات خلفاء مابین
سے کچھ کم نہ تھے جس شخص نے جو جاہ اپنے دل سے شریعت محمدیہ میں اضافہ کیا خداوند عالم
تو فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم مگر یہ حضرات کہ صراط تمیل دین کے قائل نہیں
اپنے ایجادات و اختراعات سے برابر اضافہ پر اضافہ کرتے جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اذان بھی
ایک مسئلہ ہے مسائل عبادات سے اسمیں ہی عقل و سہ کو داخل دینا کیسا ہے کچھ خلافت
کا کام نہیں فتوحات نہیں کہ صراط جاہ سید ہے اُسے باتوں سے لڑے یا رعایا کو بہا دو
بتاؤ کیا عبادت خدا کے مسائل سے جو اسمیں دوسری تعمیل حکم جائے یا دوسرے رسول کے
حکم کی تعمیل نہ اپنے نفس امارہ کی پیروی۔



الشکر کی آراستہ کھڑی کرانی تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱

اسکے بعد برائے نام دو خلیفہ ہوئے ابراہیم بن ولید اور مروان حمار جس پر خلافت مروانی کا خاتمہ ہوا اور دور خلافت عباسیہ قائم ہوا۔

چودھواں تغیر

اسکے لئے اگرچہ کوئی زمانہ نہیں بتایا گیا ہے نہ خلفاء مذکورین کی ایجاد سے متعلق ہو بلکہ حضرت انس بن مالک صحابی اسکے موجد ہیں لہذا خاتمہ خلافت کے بعد لکھا گیا مولوی وکیل احمد صاحب حنفی سکندر پوری مفتی حمید آباد وکن تحریر فرماتے ہیں اپنی کتاب اصباح الحق الصبیح میں صفحہ ۴۷

تیسری بدعت اذان و اقامت جماعت ثانیہ کے لئے یعنی جب مسجد میں نماز جماعت اذان و اقامت سے ہوگی ہو پھر دوسری جماعت نے یہ چاہا کہ نماز جماعت سے پڑھی جائے تو اذان و اقامت درست ہے بخاری میں ہو و جاء السرا لے مسجد قد صلی فیہ قاذن و اقام و صلی جماعۃ

پندرہواں تغیر

قبور پر اذان دینا۔ یہ تغیر بھی انہیں کی کتاب سے معلوم ہوا مگر فہموسل سکی ابتدائی تاریخ بھی نہ معلوم ہو سکی نہ زیادہ اسکے تفصیلی حالات لہذا نقل عبارت پر کرتا کیا جاتا ہے ملاحظہ اصباح الحق الصبیح صفحہ ۴۸

قبور پر اذان بدعت حقیقہ نہیں رسالہ مناظرہ جامع مسجد دہلی میں ہے کلام در اذان بعد از دفن میت جاری شد مولوی عبدالحی صاحب فرمودند کہ نزد من بدعت سنیہ است مولوی رشید الدین خاں صاحب گفتند کہ اذان بعد از دفن در معنی تلقین میت است تلقین میت بعد از دفن در حدیث موجود است و چون جناب بجز بیان احکام خمسہ در بدعت قائل گفتند پس بدون اثبات جہت قبح در اذان بعد از دفن آرا چکود بدعت سنیہ میفرمایند جواب گفتند من مقلد مذہب حنفی ام و در مذہب من تلقین بعد از دفن روا نیست مولوی

شہادت سے فائز کرے۔ حضرت نے جواب دیا تو اپنے گھر میں بیٹھی رہ خدائے شہادت روزی کرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے وہ عورت بافظ شہیدہ یاد کی جاتی ہے۔ یہ قرآن پڑھی تھی۔ اسے حضرت سے اجازت لی کہ اپنے گھر میں مقرر کرے حضرت نے اجازت دی۔ اور اسکے بیان اذان ہونے لگی۔ اسکی ایک لونڈی تھی اور ایک غلام کہ دونوں نے ملکر ایک لحاف کے نیچے دبا کر اس عورت کو قتل کیا مادہ بھاک لگے جب عمر نے سنا تو حکم گرفتاری جاری کیا چنانچہ وہ دونوں پکڑ کر آئے اور انکو سولی دی گئی یہی سولی تھی جو مدینہ میں واقع ہوئی اور دوسری حدیث میں اسلام کی پہلی سولی ہے۔

دوسری روایت اسکی یوں ہے کہ خود حضرت اسکی ملاقات کو اسکے گھر تشریف لایا کرتے تھے اور اس عورت کو اجازت دی تھی کہ اپنے گھر والوں کی امامت کرے اور ایک دن اسکے لکھی مقرر کیا جسکے بار میں عبدالرحمن راوی ہے کہ میں اس مؤذن کو بڑھاپے میں دیکھا تھا۔ اس حدیث سے اس پر سند لاتے ہیں کہ عورت کو بھی جماعت نماز پڑھنی چاہیے مگر علامہ منذر نے اس میں یہ قیاس کی ہے کہ اسکی سند میں ولید بن جمیع ہے جسکے بار میں کو کو کلام ہے اور مستدرک امام حاکم میں ہے کہ اس باب میں سوائے اسکے اور کوئی حدیث مستند نہیں ہے اس بارے میں حضرت عائشہ کا بھی نام لیا گیا ہے کہ وہ بھی اذان وقامت کہہ کر امامت عورتوں کو کرتی تھیں اور اونکی بیچ میں کٹھری ہوتی تھیں حالانکہ ابن عدی نے کامل میں ابو اسنیخ نے کتاب الاذان میں روایت کی ہے امامت ابوبکر سے کہ حضرت نے فرمایا عورتوں پر نہ اذان ہے نہ اقامت نہ جمعہ نہ غسل جمعہ نہ اونکے آگے کھڑی ہو بلکہ اونکی بیچ میں کھڑی ہو یہ مسک امامت نسوان بھی مختلف فیہ ہے۔ امام شافعی تو قائل ہیں عورتوں کا نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام مالک امام احمد اسکی قائل ہیں۔ امام بخاری و شعبی قائل ہیں کہ یہ امامت نوافل میں چاہئے نہ فرض نماز میں۔ امام ابو حنیفہ قائل ہیں کہ صرف عورتوں کی جماعت کر وہ ہے۔ امام محمد بن جریر طبری قائل ہیں کہ عورتیں مطلقاً امامت کر سکتی ہیں خواہ مردوں کی جماعت ہو یا عورتوں کی۔ ابونعیر۔ مزی بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک حسن بصری قائل ہیں کہ عورتیں کسی امام نہیں ہو سکتیں نہ فرض میں نہ نفل میں۔

عبدالعزیز بن ابی رواد سے عن نافع عن ابن عمر سمعت رسول اللہ يقول ان بعض اصحاب علی بن موسیٰ بن العرق فان انت رايتہ فافرقہ صنی السلام۔ ہذا من عیوب کامل بن عدی یاتی فی ترجمہ الرجل بخبر باطل لا یكون حدث به قط وانما وضع من بعدہ فہذا خبر باطل واسناد مظلم و ابن المغیرۃ لیس بنقۃ صفحہ ۱۳۳۔

اس عبارت میں اگرچہ ابن عدی پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ ایسی روایتیں لوگوں کے ترجمہ میں لکھتا ہے جسکی روایت اونسے نہیں لگئی۔ جسکا یہ طلب ہے کہ عبدالعزیز نے یہ روایت ہی نہیں کی تاہم ہسکو بوجہ صحت تمام بیان کیا کہ یہ روایت موضوع اور باطل ہے اور اسناد اوسکی تاریک ہے عبدالعزیز نے بعد یہ روایت بنائی لگئی اور اسنے روایت کی نسبت ابن حبان سے ناقل ہیں قال ابن حبان روی عن نافع عن ابن عمر سمعتہ موضوعہ۔

عرض امام ذہبی عبدالعزیز کو اس روایت کے وضع سے بچاتے ہیں اور ابن المغیرہ کو ہاسکے قبل عبدالرحمن کو وضع اسکا قرار دیتے ہیں۔

پھر عثمان بن عبدالرحمن طراغی مودتہ حال میں اسی روایت کو لکھ کر مانتے ہیں فہذا لم یصح وسندہ مظاہر یعنی یہ روایت کیسے صحیح نہیں اور سند اوسکی تاریک ہے صفحہ ۱۶۷ بہت افسوس ہے کہ اس روایت کو خود علماء اہل سنت نے موضوع اور باطل بنا دیا جس شاہ ولی اللہ صاحب صمدیہ ہو گا۔ ورنہ شیعوں کے حق میں بھی یہ روایت بہت مضید تھی۔ کیونکہ اس روایت سے وہ وجود ذیجود حضرت مہدی موعود علیہ السلام پر کچھ استدلال کر سکتے تھے کیونکہ جب وہی حضرت عیسیٰ کا باقی رہنا ممکن ہوا تو وحی رسول اللہ کے بقا پر کیونکر شجب ہو سکتا ہے مگر افسوس روایت ہی موضوع ٹھہری۔

ام ورقہ

یہ واقعہ بھی اصل میں خلافت خلیفہ دوم کے متعلق ہے۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ ام ورقہ بنت نوفل نے حضرت سے عرض کیا جسوقت غزوہ بدر میں آپ تشریف لینگے کہ مجھے بھی اجازت دیجئے کہ شریک غزوہ ہوں آپ کے ساتھ مزینوں کی پرستاری کروٹنی شایہ خدا مجھے بھی

(۱) سورتوں پر نواذان ہے نہ اقامت

(۲) دونوں مستحب ہیں -

(۳) اقامت مستحب ہے نہ اذان - دیکھو تحفۃ النبلا صفحہ ۲۰

اس بحث میں اگر پورے غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوا کہ سب اختلافوں کا منشا وہی فعل حضرت عائشہ ہے جنہوں نے شاید جنگ جمل کے زمانہ میں اس کا قصد کیا ہو گا اگر لو از م خلافت سے امامت صلوٰۃ بھی ہے - تو اس میں ہم ایک بندہ میں جو کوئی نقص لازم آوے - اسی لئے لکھے وہ حدیث ائمہ و فرقہ بھی بخالی گئی جسکی قطعیت بھی مذکور ہوئی - اور چونکہ مار مذہب اہل سنت افعال صحابہ پر ہے - اسلئے اس قدر اختلافات پیدا ہوئے ورنہ ان اختلافات کی کوئی ضرورت نہ تھی حکم خدا و رسول واضح ہے -

ہمارے اس متنوس کی کوئی حد نہیں معلوم ہوتی اور صرف اسی مسئلہ اذان کے متعلق آج تک کتنے اختلافات اور کتنی بدعتیں پیدا ہوئیں صرف خلفائے اہل نبی ایجاد پر کتنا نہ کی بلکہ ہر صحابی اور تابعی نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق اصناف کیا -

یہاں تک فی الحال فتح پور کے حدت پسند مسلمانوں نے ایک اور اصناف کیا کہ خلفائے ثلاثہ کا نام بھی داخل اذان کر دیا جسکی نسبت مقدمہ بازیان بھی ہو رہی ہیں اور شاید فیصلہ اذکار خلاف ہو -

اصل یہ ہے کہ چونکہ شریعت محمدیہ کو یہ لوگ اپنی رائے کے تابع سمجھتے ہیں لہذا جو کچھ نہ کر گذرین وہ کم ہے ورنہ اگر واقعی یہ لوگ حضرت رسول اللہ کی نبوت پر ایمان لائے ہوتے اور ختم رسالت کے قائل ہوتے تو پھر باری کیوں ہوتی - دیکھئے ایک طرف قادیان میں نبوت کا ٹکڑا جتنا ہے دوسری طرف ایبٹ آباد میں فضیل بنی صاحب خلایفۃ المسیح مدعی خلافت مسیح ہونے کی تائید میں حضرت عمر غفرلہ ہوئے ہیں دیکھو یہ اجبار مورخہ فروری

اسکی بحث چونکہ شرح و بسط سے تاریخ امینہ کو اذہب میں لکھی جائیگی لہذا یہاں اسی اشارہ پر اکتفا کیا گیا کہ یہ سب خرابیاں محض اس وجہ سے پیدا ہوئیں کہ ان مسلمانوں کا عقیدہ ختم رسالت پر آنحضرت کے درست نہیں ہے محض عوام کے فریب دہی کے لئے اسلام کا نام

ان اختلافات کی تفتیح و ترجیح میں مولوی عبدالحی صاحب نے ایک رسالہ تحت فہرہ
النسبہ فی جماعہ النساہیت شرح و لبط سے لکھا ہے جس کے بعد کسی تحریر کی ضرورت
نہیں کیونکہ اس رسالہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ ہر شخص نے کس کس طرح کی ایجادوں سے ان احکام میں غلطی
میں کام لیا ہے۔

حنفی مذہب کے رہنے والے جن ذیلوں کے غیر شرعیت جماعت نسوان پر استدلال کیا گیا ہے ان میں
میں اذان بھی ہے۔ کہا صاحب دلائل کے لئے ان کی جماعت شروع ہوتی تو اذان بھی اونکے لئے
مشرع ہوتی کیونکہ وہ مذہب اسی جماعت کے لئے۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالحی صاحب لکھتے ہیں (۱) خود حضرت عائشہ کے بارے میں ہے
کہ وہ اذان کہتی تھیں اور اقامت فرماتیں اوسکے بعد امام بنکر عورتوں کو نماز پڑھاتیں اور پھر میں
کھڑی ہوتی ہستہ رک۔

(۲) اگر مشروعیت اذان سے یہ ادھر کہ مردوں کا اذان دینا عورتوں کے لئے تو حدیث ام ورقہ
میں مذکور ہو کہ حکم رسول اوسکے لئے ایک نوزن معین تھا جو اذان دیتا اور ام ورقہ اقامت
کرتی۔ اور اگر خود ان کی اذان کی مشروعیت مطلوب ہے تو یہ لازم نہیں کیونکہ اگر طفل میں بھی
جماعت بحال کے لئے اذان دے تو کافی ہو جاتا ہے۔ تو انکے عدم مشروعیت اذان سے عدم
مشروعیت جماعت لازم نہیں آتا۔

(۳) بہت سی نمازیں مشروع ہیں اور ان میں اذان نہیں ہے مثل نمازیں یں و صلوٰۃ کسونا
و استسقاء وغیرہ کے حال انکے اذان میں جماعت مشروع ہے۔

(۴) عدم مشروعیت اذان اونکے لئے بخوف فتنہ ہے کیونکہ اسکی تصریح کی گئی ہے کہ نغمہ عورت یا
آواز کا بلند کرنا بھی حکم عورت میں داخل ہے تو اسکی غیر مشروعیت سے عدم مشروعیت جماعت
نہیں لازم آتا۔

(۵) اذان کی مشروعیت صلوٰۃ یومیہ میں ہے تو اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اذان اونکے لئے مشروع
نہیں ہے تو اس یومیہ نماز کے جماعت کی نفی نکالنے کی دلیل بن جائے گی۔

(۶) عدم مشروعیت اذان نسوان بھی اتفاقی نہیں۔ امام شافعی کا قول ہے

اور سکو کرنا چاہئے کیونکہ علم کو بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین
بھی تو حدیث ہے اور بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ایسا نہ کرنا چاہئے صفحہ ۷۰

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ کہا ابن ظاہر نے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔
دوسری حدیث اسطرح ہے کہ جب اشہد ان محمد رسول اللہ سے
تو کہے مرحبا بحبی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ پھر دونوں انکو
کوچھے اور دونوں انکوں پر پھیرے اس سے نہ اندھا ہو گا نہ آنکھیں اور سکی
جوشس کریں گی۔ تذکرہ میں ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ فوائد مجموعہ ص ۷۰
تیسری حدیث یہ ہے کہ اذان و اقامت میں اس قدر فاصلہ ہونا چاہئے کہ آدمی کھانا
کھا سکے۔ کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث بھی موضوع ہے۔

چوتھی حدیث یہ ہے کہ جب موزن اذان شروع کرے تو خدا اپنا ہاتھ اپنے
سر پر رکھتا ہے عمر بن صحیح اسکا راوی ہے جو وضع تھا۔

انکے علاوہ بہت سی حدیثیں اذان کہنے والوں کی فضیلت میں بنائی گئی ہیں جو
مختلف اور طولانی روایتیں ہیں بخوف طوالت اور سکا نہ ذکر کرنا بہتر ہے
لالی مصنوعہ علامہ سیوطی اور فوائد شیعہ علامہ شوکانی ملاحظہ ہو۔

ان موضوعات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بلا ضرورت اقترا صرف
اپنی دلی خواہش کے لئے کیا گیا جس سے اولکو کوئی مفاد بھی نہیں ہے۔ مگر
جہاں کوئی بات اسے دل میں آئی اور کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اور اس کے
لئے ایک حدیث گروہ دی۔ تو پھر ضرورت کے وقت کیا کچھ نہ افکار کیا ہو گا جس سے
رسول اللہ کی روح مقدریں فیض میں خوش ہوئی ہوگی اور اپنی اس
امت کے لئے کیا کچھ نہ دعا دیتی ہوگی۔

اب میں اس حصہ تاریخ الاذنان کو ختم کرتا ہوں اور دوسرے حصہ
میں اون کل واقعات کو لکھوں گا جو اس اذان کی بدولت پیدا ہوئے۔ اور
آخری نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ خلافت اور سلطنت ہم مسلمانوں کے ہاتھ سے ہمیشہ کیلئے

لیا جاتا ہے۔ ورنہ اگر واقعی آپ کا یہ اعتقاد ہوتا تو شریعت محمدیہ میں یہ سب خرابیاں
کیون ہوتیں اور آئے دن ادعاے نبوت کیوں کیا جاتا۔

موضوعات اذان

اب ہم تاریخ الاذان کے اس پہلے حصہ کو اون موضوعات پر ختم کرتے ہیں جنکی
تصدیق و وضع سے انکے اسلاف نے دربار احمدی میں سرخروئی حاصل کی اور
شریعت محمدی کو کجی الفت فرمان ایزدی الیومہ اکملت لکم دینکم
کا مل کیا۔ ان موضوعات و ایذاؤم سے اسکا بھی پتہ چلے گا کہ اپنی خواہشوں کی
تکلیل کن کن صورتوں سے کی ہے کیونکہ یہ اذان محض ایک اعلانی جیسے یہ مسائل
خطیہ سے جبر دین اسلام کا دار و مدار ہوں سب اسکی یہ گت بنائی گئی تو اور احکام
کی کیا حالت ہونی ہوگی جنکو صرف آخرت ہی سے نہیں تعلق ہے بلکہ دینی و دنیوی غرض
و فوائد کا واسطہ ہیں۔

ایک حدیث یہ بنائی گئی کہ مرفون جب! شہد ان محمد اس رسولی اللہ
کہے تو سنے والوں کو چاہئے کہ دو وزن اٹھکی انگشت شہادت کو بوسہ دے
اور انھوں پر پھیرے اور یہ کہنا جائے اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ
رضیت باللہ ربنا و بالاسلام دینا و بھج علیہ السلام نبیا
دیلمی نے اسکی روایت کی ہے حضرت ابو بکر سے کہ حضرت نے فرمایا جو شخص ایسا کرے گا
اوسکا میں شفاعت خواہ ہوں گا۔

کہا سخاوی نے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور شیخ احمد رواد نے موجبات الرحمة میں
اس روایت کو حضرت خضر سے نقل کی ہے جس میں چند مجہول ہیں اور بھر در بیان
حضرت خضر کے اور راوی کے سلسلہ منقطع ہے اور جو روایت اس قسم کی ہے وہ
صحیح نہیں ہے۔

مگر علامہ علی قاری کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر تک اس روایت کا سلسلہ پہنچا تو

مکمل گئی۔ کیونکہ مخالفت مصر اور خلافت بغداد کا انقراض اوسے اختلافات سے ہوا جو اذان کے بارے میں پیدا ہوا۔

وَهَذَا آخِرُ الْكَلَامِ فِي هَذَا الْمَقَامِ

وَاللَّهُ مُوَفِّقٌ لِلْإِتْمَامِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَالِهِ
الْبَرَاءِ